گیس پیپر اینڈ ماڈل پیپر # 1 (Reduced Syllabus)

وقت: 20منٹ | حصہ اوّل | کل نمبر: 15

نوٹ: حصہ اول لازمی ہے۔اس کے جوابات پرچے پر ہی دیے جائیں گے۔ اس کو پہلے بیس منٹ میں مکمل کر کے ناظم مرکز کے حوالے کر دیا جائے۔ کاٹ کر دوبارہ لکھنے کی اجازت نہیں۔ لیڈ پنسل کا استعمال ممنوع ہے۔

سوال نمبر1: نصابی کتاب کی روشنی میں درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ سبق کے مصنف کا نام کیا ہے؟
الف۔ ڈاکٹر عبداللہ ب۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں ج۔ سرسید احمد خاں د۔ جمیل الدین عالی

۲۔ اکبر کے دور میں دین کی سربلندی کے لیے کس نے سختیاں جھیلیں؟
الف۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ ب۔ شاہ ولی اللہ ج۔ سید احمد بریلویؒ د۔ شاہ اسمٰعیل شہید

۳۔ سید احمد بریلویؒ اور شاہ اسمٰعیل شہید ہوئے؟
الف۔ ۱۸۲۱ء میں ب۔ ۱۸۳۱ء میں ج۔ ۱۸۴۱ء میں د۔ ۱۸۵۷ء میں

۴۔ کانگریس کب قائم ہوئی؟
الف۔ ۱۸۸۵ء میں ب۔ ۱۸۸۶ء میں ج۔ ۱۸۹۵ء میں د۔ ۱۹۰۶ء میں

۵۔ مسلم لیگ کس نے قائم کی؟
الف۔ سرسید احمد خانؒ ب۔ نواب محسن الملک ج۔ قائداعظمؒ د۔ نواب وقار الملک

۶۔ مصنف نے دنیا میں قومیت کی تشکیل کی کتنی بنیادیں بتائی ہیں؟
الف۔ ایک ب۔ دو ج۔ چار د۔ آٹھ

۷۔ آفت کا مارا فقیر کتنے بچوں کا باپ تھا؟
الف۔ تین ب۔ پانچ ج۔ سات د۔ نو

۸۔ مصنف نے کس مصیبت کو فقیر کے لیے لعنت تصور کیا ہے؟
الف۔ روٹی کی محتاجی ب۔ دوست نہ ہونا ج۔ غریب الوطنی د۔ مقدمے باز دوست

۹۔ مصنف نے کس دوست کو بھڑ بھڑیا دوست کہا ہے؟
الف۔ محمد حسین ب۔ احمد مرزا ج۔ قرض خواہ دوست د۔ مقدمے باز دوست

۱۰۔ شاکر صاحب مصنف کو لے گئے:

الف۔ سلیم پور　ب۔ دلی　ج۔ جے پور　د۔ شاہ پور

۱۱۔ نظم "حمد" کس شاعر کی تخلیق ہے؟

الف۔ احسان دانش　ب۔ جمیل الدین عالی　ج۔ حفیظ جالندھری　د۔ جوش ملیح آبادی

۱۲۔ کون سی چیز راحت فزا ہو گئی ہے؟

الف۔ رنج　ب۔ مصیبت　ج۔ ناکامی　د۔ حسرت

۱۳۔ وہ لفظ جس کے مجازی معنی مراد ہوں مگر حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق نہ ہو، اسے علم بیان کی رُو سے کیا کہتے ہیں؟

الف۔ تشبیہ　ب۔ استعارہ　ج۔ تلمیح　د۔ مجاز مرسل

۱۴۔ گرداب پر تھا شعلہ جوّالہ کا گماں انگارے تھے حباب تو پانی شرر فشاں۔ درج بالا شعر کون سی شعری صنعت استعمال ہوئی ہے؟

الف۔ صنعتِ مبالغہ　ب۔ صنعتِ ایہام　ج۔ صنعت تضاد　د۔ صنعتِ حسن تعلیل

۱۵۔ نظم کے لغوی معنی کیا ہیں؟

الف۔ تنظیم　ب۔ ترتیب　ج۔ مربوط　د۔ الف اور ب دونوں

وقت: 2:40 گھنٹے　　　　کل نمبر: 60

نوٹ: حصّہ دوم اور سوم 02 صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان سوالات کے جوابات علیحدہ سے مہیا کی گئی جوابی کاپی پر دیں۔ ایکسٹرا شیٹ طلب کرنے پر مہیا کی جائے گی۔ آپ کے جوابات صاف اور واضح ہونے چاہئیں۔

حصّہ دوم (کل نمبر ۳۰)

سوال نمبر2: دیئے گئے ہر حصے میں دی گئی ہدایات کے مطابق شامل نصاب کتاب کی روشنی میں تین سے پانچ سطروں تک محدود جوابات لکھیں۔

الف: حصّہ نثر

کوئی سے چھ اجزا کے جوابات دیں۔ (6 X 2=12)

i. مسلمانوں کو اپنے دینی معاملات میں اپنی آزادی کب ختم ہوتی نظر آئی؟

ii. سلطان ٹیپو اپنی جدوجہد میں کیوں کامیاب نہ ہو سکا؟

iii. تحریکِ خلافت کیوں شروع کی گئی؟

iv. علامہ اقبالؒ نے مسلمانوں کے لیے الگ وطن کا مطالبہ کب اور کہاں کیا؟

ختم نبوت ﷺ زندہ باد **عظمت صحابہ زندہ باد**

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

معزز ممبران: آپ کا وٹس ایپ گروپ ایڈمن "**اردو بکس**" آپ سے مخاطب ہے۔

آپ تمام ممبران سے گزارش ہے کہ:

- گروپ میں صرف PDF کتب پوسٹ کی جاتی ہیں لہذا کتب کے متعلق اپنے کمنٹس / ریویوز ضرور دیں۔ گروپ میں بغیر ایڈمن کی اجازت کے کسی بھی قسم کی (اسلامی وغیر اسلامی، اخلاقی، تحریری) پوسٹ کرنا سختی سے منع ہے۔
- گروپ میں معزز، پڑھے لکھے، سلجھے ہوئے ممبرز موجود ہیں اخلاقیات کی پابندی کریں اور گروپ رولز کو فالو کریں بصورت دیگر معزز ممبرز کی بہتری کی خاطر ریموو کر دیا جائے گا۔
- کوئی بھی ممبر کسی بھی ممبر کو انباکس میں میسج، مس کال، کال نہیں کرے گا۔ رپورٹ پر فوری ریموو کرکے کاروائی عمل میں لائے جائے گی۔
- ہمارے کسی بھی گروپ میں سیاسی و فرقہ واریت کی بحث کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔
- اگر کسی کو بھی گروپ کے متعلق کسی قسم کی شکایت یا تجویز کی صورت میں ایڈمن سے رابطہ کیجئے۔
- سب سے اہم بات:

گروپ میں کسی بھی قادیانی، مرزائی، احمدی، گستاخِ رسول، گستاخِ امہات المؤمنین، گستاخِ صحابہ و خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین، گستاخ اہلبیت یا ایسے غیر مسلم جو اسلام اور پاکستان کے خلاف پراپیگنڈا میں مصروف ہیں یا ان کے روحانی وذہنی سپورٹرز کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے لہذا ایسے اشخاص بالکل بھی گروپ جوائن کرنے کی زحمت نہ کریں۔ معلوم ہونے پر فوراً ریموو کر دیا جائے گا۔

- تمام کتب انٹرنیٹ سے تلاش / ڈاؤنلوڈ کر کے **فری آف کاسٹ** وٹس ایپ گروپ میں شیئر کی جاتی ہیں۔ جو کتاب نہیں ملتی اس کے لئے معذرت کر لی جاتی ہے۔ جس میں محنت بھی صَرف ہوتی ہے لیکن ہمیں آپ سے صرف دعاؤں کی درخواست ہے۔
- عمران سیریز کے شوقین کیلئے علیحدہ سے عمران سیریز گروپ موجود ہے۔

لیڈیز کے لئے الگ گروپ کی سہولت موجود ہے جس کے لئے ویریفکیشن ضروری ہے۔

- اردو کتب / عمران سیریز یا سٹڈی گروپ میں ایڈ ہونے کے لئے ایڈمن سے وٹس ایپ پر بذریعہ میسج رابطہ کریں اور جواب کا انتظار فرمائیں۔ برائے مہربانی اخلاقیات کا خیال رکھتے ہوئے موبائل پر کال یا ایم ایس کرنے کی کوشش ہرگز نہ کریں۔ ورنہ گروپس سے تو ریموو کیا ہی جائے گا بلاک بھی کیا جائے گا۔

0306-7163117 — محمد سلمان سلیم

0343-7008883 — پاکستان زندہ باد

0333-8033313 — راؤ اکاز

اللہ تبارک تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو

vi. مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد کیا ہے؟

vii. نظریہ پاکستان کا مقصد کیا ہے؟

ب: حصہ شعر

کوئی سے چھ اجزا کے جوابات دیں۔ (6 × 2=12)

i. اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات کون سا ایک لفظ کہہ کر بنائی ہے؟ (بحوالہ نظم "حمد")

ii. نعت کے پہلے شعر میں حضور ﷺ کی کون سی صفات بیان کی گئی ہے؟ (بحوالہ نظم "نعت")

iii. میر انیس نے پہلے بند میں زباں کو کس چیز سے تشبیہ دی ہے؟ (بحوالہ نظم "میدان کربلا میں گرمی کی شدت")

iv. "برسے ہوئے بادل" سے کون مراد ہے؟؟ (بحوالہ نظم "فاطمہ بنت عبداللہ")

v. حمد میں خالق کی کن مخلوقات کا ذکر کیا گیا ہے؟ (بحوالہ نظم "حمد")

vi. اس غزل کے مطلع کی نشان دہی کیجیے اور اپنی کاپی میں اسے الگ لکھیے۔ (بحوالہ غزل "جگر مراد آبادی")

vii. کون سے راستے پر چلنے سے مصیبت خوشی میں تبدیل ہو جاتی ہے؟ (بحوالہ غزل "حسرت موہانی")

ج: حصہ قواعد

کوئی سے تین اجزا کو حل کریں۔ (3 x 2 = 6)

i. مندرجہ ذیل تراکیب کا مفہوم واضح کریں۔ چشمہ حیات ، ہنگام سحر

ii. جملہ فعلیہ کی تعریف لکھیں اور ایک مثال دیں۔

iii. درج ذیل جملے کی ترکیب نحوی کریں: "شاہ رخ اسلم کا بھائی ہے۔"

iv. مرکب تابع مہمل کی تعریف کریں اور تین مثالیں تحریر کریں۔

حصہ سوم (کل نمبر ۳۰)

سوال نمبر ۳: مصنف اور سبق کا حوالہ دیتے ہوئے کسی ایک نثر پارے کی تشریح کریں۔ (1/2+1/2+4= 5)

الف۔ اسی زمانے میں پہلی جنگ عظیم چھڑ گئی جس میں انگریز کا مقابلہ جرمنی سے ہوا اور ترکی نے جرمنی کا ساتھ دیا۔ ہندوستان کے مسلمان چونکہ ترکی کے سلطان کو حجاز کی خدمت کرنے کی وجہ سے خلیفۂ اسلام سمجھتے تھے اس لیے انہوں نے مالی اور علمی امداد بہم پہنچائی جس کی وجہ سے حکومت برطانیہ کو مسلمانوں سے عناد پیدا ہو گیا لیکن انہوں نے یہاں کے مسلمانوں سے یہ وعدہ کیا کہ اگر ہم کو اس جنگ میں فتح حاصل ہو گی۔ تو ہم کسی طرح بھی ترکی کو مزید نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ یہ وعدہ محض فریب تھا۔ چنانچہ جب انگریزوں کو فتح حاصل ہوئی تو وہ اپنے وعدے سے پھر

ب۔ اورنگ زیب کے بعد ہی اس کے بیٹوں کے باہمی نفاق اور کمزوری کی وجہ سے مغلیہ سلطنت کا زوال شروع ہو گیا۔ مرہٹوں اور ہندوؤں کے کئی گروہوں نے سر اٹھایا۔ انگریزوں نے اپنے قدم جمائے اور ملک میں انتشار پھیل گیا لیکن ایسے گئے گزرے حالات میں بھی قوم کو فروغ دینے اور اسلام کو سربلند کرنے کے لیے کوششیں جاری رہیں۔ چنانچہ میسور کے سلطان حیدر علی اور اس کے بیٹے سلطان ٹیپو نے نہ صرف ہندوؤں اور انگریزوں کا مقابلہ کیا بلکہ افغانستان، ترکی اور مصر فرانس کو بھی اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کی لیکن ملک کے دوسرے سرداروں نے ساتھ نہیں دیا اور انھیں کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

سوال نمبر۴: شاعر اور نظم کا حوالہ دیتے ہوئے کسی ایک نظم پارے کی تشریح کریں۔ (1/2+1/2+4= 5)

الف۔
اسی نے ایک حرفِ کُن سے پیدا کر دیا عالم
کشاکش کی صدائے ہاؤ ہُو سے بھر دیا عالم
نظامِ آسمانی ہے اسی کی حکمرانی سے
بہارِ جاودانی ہے اسی کی باغبانی سے

ب۔
دو عالم کا مدد گار آگیا ہے
امین آگیا، غم گسار آگیا ہے
غریبوں کی جاں کو، یتیموں کے دل کو
سکوں ہو گیا ہے، قرار آگیا ہے

سوال نمبر۵: شاعر کا حوالہ دیتے ہوئے مندرجہ ذیل میں سے کوئی سے دو اشعار کی تشریح کریں: (1/2+1/2+2+2= 5)

الف۔ مُصیبت بھی راحت فزا ہو گئی ہے — تری آرزو رہنما ہو گئی ہے

ب۔ آدمی آدمی سے ملتا ہے — دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

ج۔ یہ وہ راستہ ہے دیارِ وفا کا — جہاں بادِ صر صر، صبا ہو گئی ہے

سوال نمبر۶: "نااتفاقی کا انجام" کے موضوع پر کہانی لکھیں۔ (5)

سوال نمبر۷: دیے گئے اشارات کی مدد سے کسی ایک موضوع پر ڈھائی سو سے تین سو الفاظ مشتمل ایک مضمون لکھیں: (10)

الف۔ تندرستی ہزار نعمت ہے

خاکہ:
- i۔ تندرستی اور صحت مندی سب سے افضل نعمت
- ii۔ تندرستی۔ محنت سے نہ کترانا
- iii۔ تندرستی کی وجہ سے میڈیکل اخراجات میں کمی
- iv۔ تندرستی کے لیے ورزش ضروری
- v۔ کم کھانا تندرستی کی نشانی

ب۔ شہری اور دیہاتی زندگی

خاکہ:
- i۔ دیہاتی زندگی۔ تازہ ہوا عمدہ خوراک
- ii۔ شہری زندگی۔ آلودگی۔ ملاوٹ شدہ خوراک
- iii۔ شہری زندگی بے چینی اور بے آرامی
- iv۔ دیہاتی زندگی محنت و مشقت۔ تندرستی و صحت
- v۔ دیہاتوں میں تعلیمی سہولتوں کا فقدان

حل گیس پیپر اینڈ ماڈل پیپر 1# (Reduced Syllabus)

جوابات حصہ معروضی

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
ب	الف	ب	الف	ب	ب	ج	ب
۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	
ب	الف	ج	ب	د	الف	د	

حصہ دوم (کل نمبر ۳۰)

سوال نمبر2: دیے گئے ہر حصے میں دی گئی ہدایات کے مطابق شامل نصاب کتاب کی روشنی میں تین سے پانچ سطروں تک محدود جوابات لکھیں۔

الف: حصہ نثر

کوئی سے چھ اجزا کے جوابات دیں۔ (6 × 2=12)

i. مسلمانوں کو اپنے دینی معاملات میں اپنی آزادی کب ختم ہوتی نظر آئی؟

جواب: مسلمانوں نے ہمیشہ رواداری کو اپنا شیوہ بنایا ہے لیکن جب کفر و الحاد غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو مسلمان اس کے مقابلے کے لیے ڈٹ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ بادشاہ اکبر کی بے جا رواداری اور غلط سیاست میں ہندوؤں کے عمل دخل کی وجہ سے ملک میں کافرانہ طور طریقے رائج ہو گئے تھے۔

ii. سلطان ٹیپو اپنی جدوجہد میں کیوں کامیاب نہ ہو سکا؟

جواب: سلطان ٹیپو نے نہ صرف ہندوؤں اور انگریزوں کا مقابلہ کیا بلکہ افغانستان، ترکی اور پھر فرانس کو بھی اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کی لیکن ملک کے دوسرے سرداروں نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔

iii. تحریک خلافت کیوں شروع کی گئی؟

جواب: انگریزوں نے پہلی جنگ عظیم میں ترکی سے وعدہ کیا کہ اگر جنگ میں ہمیں فتح حاصل ہوئی تو ترکی کو مزید نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ انگریز کا یہ وعدہ محض فریب تھا، چنانچہ فتح حاصل ہونے کے بعد انگریز اپنے وعدے سے پھر گئے اور ترکی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ اس فریب کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت تکلیف پہنچی اور انھوں نے خلافت کے تحفظ کے لیے مولانا محمد علی جوہر اور ان کے بڑے بھائی مولانا شوکت علی کی رہنمائی میں تحریک خلافت شروع کی۔

iv. علامہ اقبالؒ نے مسلمانوں کے لیے الگ وطن کا مطالبہ کب اور کہاں کیا؟

v. اہلِ مغرب نے قومیت کی بنیاد کس پر رکھی ہے؟

جواب: اہلِ مغرب نے خاندان، نسل اور قبائل کی بنیادوں میں اعتدال پیدا کر کے قومیت کی بنیادیں جغرافیائی حدود یعنی وطن سے الگ ہے۔

vi. مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد کیا ہے؟

جواب: مسلمانوں کی قومیت ایک نظریاتی قومیت ہے جو لا الہ الا اللہ پر قائم ہے، یعنی یہ کہ نسل، رنگ اور وطن کی نہیں، ایک عقیدے، ایک کلمے کی بنیاد پر قائم ہے۔

vii. نظریہ پاکستان کا مقصد کیا ہے؟

جواب: نظریہ پاکستان کا مقصد اسلامی اصولوں کی ترویج و اشاعت اور اہلِ عالم کے لیے مثالی مملکت کا نمونہ فراہم کرنا، پاکستان کا مقصد پاکستان کو ایک اسلامی اور فلاحی مملکت بنانا ہے۔ ہمیں ایسا کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہیے جس کی وجہ سے خدا اور اس کے رسول کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔ ہمارا جینا اور مرنا پاکستان کے لیے ہونا چاہیے۔ قومی مفاد کے سامنے ذاتی مفاد کو دل سے نکال دینا چاہیے۔ ہر شخص کو تمام پاکستانیوں کی فلاح و بہبود کی کوشش کرنا نظریہ پاکستان کو فروغ دینا ہے۔

ب: حصہ شعر

(6 × 2=12)

کوئی سے چھ اجزا کے جوابات دیں۔

i. اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات کون سا ایک لفظ کہہ کر بنائی ہے؟ (بحوالہ نظم "حمد")

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات "کن" کا لفظ کہہ کر بنائی ہے۔

ii. نعت کے پہلے شعر میں حضور ﷺ کی کون سی صفات بیان کی گئی ہیں؟ (بحوالہ نظم "

جواب: نعت کے پہلے شعر میں حضور ﷺ کی درج ذیل صفات بیان کی گئی ہیں۔

1- آپ ﷺ دو عالم کے مددگار ہیں۔

2- دینِ اسلام اور پیغامِ الٰہی کے امین ہیں۔

3- غریبوں کے غمگسار اور ہمدرد ہیں۔

iii. میر انیس نے پہلے بند میں زبان کو کس چیز سے تشبیہ دی ہے؟ (بحوالہ نظم "میدان"

جواب: میر انیس نے پہلے بند میں زبان کو شمع سے تشبیہ دی ہے۔ ان کے خیال میں اگر زبان میدان سے اس کی حدت سے شمع کی طرح جلنے لگے گی۔

iv. "برسے ہوئے بادل" سے کون مراد ہے؟ (بحوالہ نظم "فاطمہ بنت عبداللہ")

v. حمدٰت کا ذکر کیا گیا ہے؟(بحوالہ نظم "حمد")

جواب: حمد مخلوقات کا ذکر کیا گیا ہے:

(i) جمادات (iii) حیوانات (iv) انسان

vi. اس ڈھی کیجیے اور اپنی کاپی میں اسے الگ لکھیے۔(بحوالہ غزل "جگر مراد آبادی")

جواب: اس ہے۔

ہے دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

vii. کونسا مصیبت خوشی میں تبدیل ہو جاتی ہے؟؟ (بحوالہ غزل "حسرت موہانی")

جواب: اللہ کی راستے پر چلنے سے مصیبت خوشی میں تبدیل ہو جاتی ہیں یعنی جب رضائے الٰہی مقصد ہو جاتا ہے تو پھر اس راہ میں آنے والی کسی مصیبت اور پریشانی

ج: حصہ

کوئی۔ (3 × 2 = 6)

i. مندرجہ کریں۔ چشمہ حیات، ہنگام سحر

جواب: چشمہ حیات، جس پر انسانی زندگی کی بقا منحصر ہے۔

ہنگام سحر: صبح کے وقت کی روشنی۔

ii. جملہ فعلیہ کی مثال دیں۔

جواب: جملہ فعلیہ جملہ یہ کی قسم ہے۔ اس میں اور اسمیہ میں اتنا فرق ہے کہ جملہ فعلیہ میں فعل تام ہوتا ہے۔ اب ذیل کے جملوں کو پڑھیے:

۱۔ ۲۔ فریحہ نے خیرات دی۔ ۳۔ شعیب نے کھانا کھایا۔

ان جملوں "مسند الیہ" ہیں اور لکھا، دی اور کھایا فعل تام یا "مسند" ہیں۔ یہ خبر دے رہے ہیں۔ خط، خیرات اور کھانا مفعول ہیں۔ یہ بات ذہن نشین کر لیے ں کچھ کہا جائے تو وہ خبر ہوتی ہے اور اسے مسند کہتے ہیں۔ جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ خبر کے بغیر درست نہیں ہوتے۔

iii. درج ذیل: "شاہ رخ اسلم کا بھائی ہے۔"

جواب:

مبتدا		
حرفِ اضافت		

		فعل ناقص	ہے

iv. مرکب تابع مہمل کی تعریف کریں اور تین مثالیں تحریر کریں۔

جواب: ایسا مرکب جس میں ایک معنی لفظ کے ساتھ دوسرا بے معنی لفظ استعمال کیا گیا ہو۔ مثلاً پانی وانی، روٹی ووٹی، جھوٹ موٹ، گپ شپ

(نوٹ یہ سوال نصاب سے ہٹ کر ہے چنانچہ جو طلباء اسے جیسا بھی حل کریں انھیں پورے نمبر دیئے جائیں۔)

حصہ سوم (کل نمبر ۳۰)

سوال نمبر ۳: مصنف اور سبق کا حوالہ دیتے ہوئے کسی ایک نثر پارے کی تشریح کریں۔ 1/:

الف۔ جواب: سبق کا عنوان: نظریۂ پاکستان مصنف کا نام: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ

حوالہ متن: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے اس مضمون کے ذریعے نظریہ پاکستان کی وضاحت کی ہے۔ ہمارا "نظریہ پاکستان" اسلام ہے۔ اس مضمون میں مصنف نے قیام پاکستان کے لیے کی جانے والی کوششوں کا ذکر بھی کیا ہے۔ اکبر بادشاہ کے دور حکومت میں لادینیت ایسے میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اسلامی اقدار کے فروغ کے لیے اپنا کردار ادا کیا۔ سلطان حیدر علی اور اس کے بیٹے ٹیپو سلطان انگریزوں کا مقابلہ کیا۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد علی برادران نے تحریک خلافت کا آغاز کیا۔ 1930ء میں علامہ اقبالؒ نے الہ آباد میں ایک تاریخ کار قائد اعظم کی کوششوں سے 14 اگست 1947ء کو پاکستان معرض وجود میں آگیا۔

تشریح: پہلی جنگ عظیم میں انگریزوں کا مقابلہ جرمنی سے ہوا اس جنگ میں ترکی نے جرمنی کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔ ترکی ہی ملک تھا اور مسلمان ترکی کے سلطان کو حجاز کی خدمت کرنے کی وجہ سے خلیفہ اسلام تصور کرتے تھے۔ اس مذہبی وابستگی کی وجہ سے ہندوستانوں نے ترکی کو مالی اور طبی امداد فراہم کی حکومت برطانیہ کو مسلمانوں کی ترکوں سے ہمدردی ناگوار گزری لہٰذا وہ بر صغیر کے مسلمانوں کے جنگ میں اپنے فائدے کے حصول کے لیے انگریزوں نے مسلمانوں سے یہ وعدہ کیا کہ اگر انھیں جنگ میں فتح حاصل ہو گئی تو وہ ترکی کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ یہ وعدہ ایک جھوٹا وعدہ ثابت ہوا کیونکہ جنگ میں جب انگریز فتح یاب ہو گئے تو وہ اپنے وعدے سے مکر گئے اور ترکی جیسی وسیع سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

ب۔ جواب: حوالہ متن: سبق کا عنوان: نظریۂ پاکستان مصنف کا نام: ڈاکٹر غلام

حل لغت: باہمی: آپس کا۔ نفاق: نااتفاقی۔ زوال: تنزلی۔ گروہ: جماعت قدم جمانا: قبضہ کرنا، مضبوطی پکڑنا
انتشار: بے چینی فروغ: ترقی۔ سربلند کرنا: اونچا درجہ دینا

سیاق و سباق: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے اس مضمون میں واضح کیا ہے کہ مسلمانوں نے ہر قدم پر تحمل مجازی کا ثبوت دیا ہے۔ وہ نہ تو کسی سے لیتے ہیں اور نہ ہی شدت پسند ہیں۔ ہمیشہ رواداری سے کام لیتے ہیں لیکن جب کبھی اسلام کے مقابلے میں دوسری لادینی قوتوں نے مسلمانوں پر اپنا تسلط قائم کرنا ان شیطانی قوتوں کے سامنے سینہ سپر ہو گئے۔ بر صغیر کو بھی ایسے ہی حالت سے دوچار ہونا پڑا جب اکبر بادشاہ نے اپنے پسندیدہ ہندوؤں کو اپنی نوازشوں سے ایسا کہ وہ ملکی

تشریح: ... اورنگزیب عالمگیر شاہجہان کا بیٹا تھا۔ جب اس نے برصغیر میں ہندوؤں کو عروج حاصل کرتے دیکھا تو اس نے اپنے دل میں دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے کام کرنے کا پکا عزم کیا۔ وہ ایک سچا مسلمان تھا۔ اس نے اسلام کو فروغ دینے کی ہر ممکن کوشش کی مگر اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹے نااتفاقی کا شکار ہو گئے۔ انھوں نے حکومتی امور میں دلچسپی نہ لی جس کی وجہ سے مغلیہ سلطنت آہستہ آہستہ تنزلی کی طرف بڑھنے لگی۔ اور نگزیب نے جن فتنوں کا سر سختی سے دبا رکھا تھا وہ بتدریج سر اٹھانے لگے ہندو، سکھ اور مرہٹے۔ ایسے میں انگریزوں نے اپنے قدم مضبوط کیے جس سے ملک میں بے چینی پھیل گئی۔ حالات دگرگوں ہو گئے۔ ایسے حالات میں بھی مسلمان قوم کی ترقی اور اسلام کو سربلند کرنے کے لیے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ میسور کے سلطان حیدر علی اور اس کے بیٹے ٹیپو سلطان نے دو مرتبہ انگریزوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا بلکہ مسلمان قوم کی بہتری کے لیے اس نے افغانستان، ترکی اور فرانس کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی لیکن ملک دشمنوں نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ اپنوں کی غداریوں کی وجہ سے انھیں کامیابی نہ مل سکی لیکن ان کی کوششوں نے مسلمانوں کے دلوں میں جوش اور ولولہ پیدا کر دیا۔

سوال نمبر ۴: حوالہ دیتے ہوئے کسی ایک نظم پارے کی تشریح کریں۔ (1/2+1/2+4=5)

الف۔ نظم کا عنوان: حمد شاعر کا نام: حفیظ جالندھری

تشریح: ... اللہ تعالیٰ نے کائنات بنانے کا ارادہ کیا اور کُن کہا تو کائنات وجود میں آ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور دنیا میں بھیجا۔ اس دنیا میں بے شمار چیزیں پیدا کرنے کے بعد مخلوق کو پیدا کیا گیا۔ دنیا میں انسان کی بہت سی ضروریات بھی ہیں۔ ان ضروریات کو پورا کرنے کے لیے انسان کو فکرِ معاش کرنی پڑتی ہے اور اسی میں ہلچل رہتی ہے۔ جس کی وجہ سے انسانوں کے درمیان ایک کھنچاؤ رہتا ہے۔ زندگی دکھ اور تکالیف سے عبارت ہے۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ہر طرف گہما گہمی پیدا کر رکھی ہے۔ طرح طرح کی سرگرمیوں اور ہنگاموں کی آوازیں آ رہی ہیں۔ دوسرے شعر میں شاعر کہتا ہے کہ زمین و آسمان کے درمیان جو کچھ ہے ان سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ چاند، سورج، ستارے، آبشاریں، سمندر، پہاڑ اور اس میں موجود ذرہ ذرہ ان سب کو چلانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ جو کائنات کا نظم و ضبط اور بہار ہے ان سب کو سنبھالنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ کائنات کی ہر شے سے اللہ تعالیٰ کی جھلک نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر شے پر عیاں ہے۔ کائنات کے ذرے ذرے سے حسن نظر آتا ہے۔ کائنات کی یہ بہاریں قیامت تک قائم رہیں گی۔ کیونکہ اس کا رکھوالا اللہ تعالیٰ ہے۔

ب۔ نظم کا عنوان: نعت شاعر کا نام: احسان دانش

تشریح: پہلے شعر میں شاعر حضور سید الانبیاء، حبیبِ کبریا، محبوبِ کبریا، محبوبِ خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی صفتِ ہمدردی، امانت داری اور غم گساری کو بیان کرتا ہے۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام دو عالم میں امتِ مسلمہ کے مددگار ہیں، اللہ رب العزت کے دینِ اسلام کے امانت دار ہیں، دکھ درد کے ماروں کے غم گسار ہیں۔ دنیوی زندگی ہو یا اخروی زندگی میں شفاعت و مغفرت، انسانی اخلاق کی صفت امانت ہو یا توحیدِ الٰہی کا پیغام و صداقت، درد مندوں کی غم گساری ہو یا بے سہاروں سے محبت، حضور ﷺ کی آمد سے زندگی کے ہر رنگ کو خوبصورتی عطا ہوئی۔ آپ ﷺ کی ذات غریبوں، مسکینوں، کمزوروں اور معاشرے کے ٹھکرائے ہوئے لوگوں کے لیے رحمت ثابت ہوئی۔ معاشرے کے کمزور لوگوں کے لیے آپ ﷺ نے حقوق مقرر کیے۔ معاشرے میں جو بے انصافی ان کے ساتھ ہو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے انصاف دلایا۔ آپ ﷺ نے سب انسانوں کو محبت کا درس دیا۔ آپ ﷺ سے پہلے خواتین اور غلاموں کے ساتھ بہت برا سلوک کیا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کو انصاف دلایا۔ آپ ﷺ دنیا کے سب سے زیادہ غم گسار اور رحم دل انسان ہیں۔ آپ ﷺ کے متعلق کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ آپ ﷺ اپنی زندگی میں کیسے ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ آپ ﷺ قرآن کی عملی تفسیر ہیں۔ آپ ﷺ

سوال نمبر5: شاعر کا حوالہ دیتے ہوئے مندرجہ ذیل میں سے کوئی سے دو اشعار کی تشریح کریں: (1/2+1/2+4=5)

الف۔ مصیبت بھی راحت فزا ہو گئی ہے   تری آرزو رہنما ہو گئی ہے

جواب: شاعر کا نام: حسرت موہانی

تشریح: غزل کے پہلے شعر میں شاعر کہتا ہے کہ محبت میں مبتلا انسان محبوب کو دیکھنے کی تڑپ میں دن رات تڑپتا رہتا ہے خدا سے دعائیں کرتا ہے کہ کسی طرح اس کا محبوب اسے مل جائے۔ یوں وہ اللہ کے قریب ہو جاتا ہے عشق حقیقی تک پہنچنے کے لیے عشق مجازی کی سیڑھی سے گزرنا پڑتا ہے۔ یوں یہ محبت کی تکلیف اسے اللہ تعالیٰ کے راستے پر گامزن کر دیتی ہے اور جسے خدا مل جائے اسے کسی چیز کی تمنا نہیں رہتی۔

سو عشق کی مصیبت شاعر کے لیے سکون قلب کا پیغام لے کر آئی۔ اسے دنیا کی بے ثباتی کا علم حاصل ہو گیا ہے۔ اسے پتا چل گیا کہ زندگی کا مقصد کیا ہے؟ شاعر کو محبوب کی یاد اللہ کے قریب لے گئی اور پھر اس کی تمام مشکلات دور ہو گئیں۔ شاعر کہتا ہے کہ میرے محبوب کی آرزو، چاہت اور خواہش اگر میرا مقصد ہے تو اس کی خوشنودی کے لیے میں ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کر لوں گا۔ اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر شاعر کہتا ہے کہ اگر تیری آرزو، تیری خواہش مجھے حاصل ہو جائے تو ہر مصیبت میرے لیے سکون کا ذریعہ ہو گی۔

ب۔ آدمی آدمی سے ملتا ہے   دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

جواب: شاعر کا نام: جگر مراد آبادی

تشریح: اس شعر میں شاعر کہتا ہے کہ انسان ایک معاشرتی حیوان ہے روزمرہ کی زندگی میں بہت سے لوگوں سے پالا پڑتا رہتا ہے۔ لیکن ہم مزاج لوگ بہت مشکل سے ملتے ہیں۔ شاعر کے ارد گرد بھی بے شمار لوگ ہیں مگر بہت کم ایسے ہیں جو اس کے ہم مزاج ہیں یا جو اس کے احساس و جذبات کو سمجھ سکتے ہیں۔ زندگی میں آدمی سے آدمی ملتا ہے میل ملاقات کا سلسلہ جاری رہتا ہے مگر بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ انسان کسی کے ساتھ دل مل جائے یعنی ایسا بہت مشکل سے ہوتا ہے کہ انسان اپنا دلی اور قلبی تعلق ہر کسی سے قائم کر لے۔

ج۔ یہ وہ راستہ ہے دیارِ وفا کا   جہاں بادِ صرصر، صبا ہو گئی ہے

جواب: شاعر کا نام: حسرت موہانی

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ رب العزت سے سچی محبت و عقیدت کا راستہ وہ راستہ ہے جس پر چلنے والے کو آندھی، طوفان بھی بادِ صبا کی طرح سکون و قرار بخشتے ہیں۔ یعنی عشق الٰہی کی راہ میں آنے والی دنیاوی مصائب و آلام میں بھی عاشق الٰہی کو روحانی سکون ملتا ہے۔ شاعر مزید کہتا ہے کہ "خدا کی محبت" خدا کی راہ پر چلنے کا وہ راستہ ہے جس جگہ تیز آندھی بھی سہانی ہوا میں بدل جاتی ہے۔ انسان کی دکھ تکالیف ختم ہو جاتی ہیں۔ نفسانی خواہشات کا بازار بند ہو جاتا ہے۔ انسان حقیقت تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ صرف راہ مستقیم ہی وہ راستہ ہے جو خدا سے ملاتا ہے نیکی کا مقام ہے اور جائے سکون کی بے قراری اور بے چینی راحت و سکون میں بدل جاتی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ دیارِ وفا کا راستہ ہے جہاں آندھی اور طوفان بھی بادِ صبا کی طرح سکون دیتے ہیں یعنی محبوب تک پہنچنے کی خواہش وہ جذبہ ہے جو عاشق کو مصیبت اور تکلیف کا احساس تک نہیں ہونے دیتا اور وہ خوشی سے مصائب و آلام کا مقابلہ کرتا ہوا آگے بڑھتا جاتا ہے۔

سوال نمبر۶: "نااتفاقی کا انجام" کے موضوع پر کہانی لکھیں۔ (5)

جواب:

نااتفاقی کا انجام

اب دونوں بیلوں کی تھکن دور ہو چکی تھی۔ اپنی طاقت پر مغرور تھے۔ ایک دن شیر سے لڑائی کی باتیں کر رہے تھے کہ ایک بیل نے کہا: "میری طاقت نے شیر کو بھگایا، میرے سینگوں نے اسے زخم پر زخم لگائے، تم تو بس اپنا بچاؤ کرتے رہے۔" دوسرے نے جواب دیا "واہ! اگر میں چستی سے اسے سینگوں پر نہ لیتا شیر تمہارا تیا پانچا کر ڈالتا۔ یہ میرے ہی سینگوں کی برکت تھی کہ شیر جدھر پینترا بدل کر حملہ کرتا تھا، میرے سینگ ادھر ہی سے اس کے حملے کو رد کر دیتے تھے۔ تم تو فقط اپنی جان بچاتے تھے۔"

تو تو میں میں سے تلخی اتنی بڑھی کہ دونوں میں اتفاق نہ رہا اور دونوں نے اپنا اپنا الگ راستہ اختیار کر لیا۔ ایک جنگل کے مغرب میں چلا گیا دوسرا مشرق کی طرف بڑھ گیا۔ اتنے دنوں میں شیر تندرست ہو چکا تھا اور دور سے ہی بیلوں کو دیکھا کرتا، مگر جب ان میں اتفاق نہ رہا تو شیر کو اپنے وارے نیارے نظر آئے اور ایک بیل کی تاک میں گھات لگا کر بیٹھ گیا، جو نہی بیل چرتا ہوا قریب آیا تو شیر نے جست لگائی اور ایک ہی پنجے سے گردن توڑ کر رکھ دی۔ بیل گرا اور پھر نہ اٹھا، شیر نے جی بھر کر تازہ گوشت کھایا اور اپنی کچھار میں جا کر سو رہا۔ اگلے دن اٹھا اور دوسرے بیل کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ یہ بیل بھی اسے جلدی ہی مل گیا۔ شیر ایک جھاڑی کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا اور دل ہی دل میں اس کے گوشت کا مزہ لینے لگا۔ بیل بے خبر چر رہا تھا۔ اس کو خیال بھی نہ تھا کہ دشمن اس کی تاک میں ہے، جو نہی جھاڑی کے قریب آیا، شیر انگڑائی لے کر اٹھا اور چھلانگ لگا کر بیل کی پیٹھ پر جا بیٹھا۔ بیل نے بہتیرا جھٹکا، سینگ ہلائے، مگر شیر نے اپنے پنجوں سے اس کی کھال ادھیڑ دی اور ایک پنجہ اس زور سے گردن پر مارا کہ گردن ایک طرف لڑھک گئی اور بیل زمین پر گر کر مر گیا۔ شیر نے اس کا گوشت کھایا، لہو پی کر اپنی پیاس بجھائی اور دہاڑتا ہوا ایک طرف کو نکل گیا۔

سوال نمبر۷: دیے گئے اشارات کی مدد سے کسی ایک موضوع پر ڈھائی سو سے تین سو الفاظ مشتمل ایک مضمون لکھیں: (10)

الف۔ تندرستی ہزار نعمت ہے

خاکہ:
- i۔ تندرستی اور صحت مندی سب سے افضل نعمت
- ii۔ تندرستی۔ محنت سے نہ کترانا
- iii۔ تندرستی کی وجہ سے میڈیکل اخراجات میں کمی
- iv۔ تندرستی کے لیے ورزش ضروری
- v۔ کم کھانا تندرستی کی نشانی

جواب۔

تندرستی ہزار نعمت ہے

قدرِ صحت مریض سے پوچھو   تندرستی ہزار نعمت ہے

تندرستی اور صحت مندی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔ غریبی، مفلسی، ناداری کا مقابلہ کرتا ہے اور کامیاب رہتا ہے۔ تندرستی دنیا میں بہت بڑی دولت ہے۔ صحت مند آدمی ہر طرح کی محنت کر سکتا ہے اور محنت کا یہی التزام اللہ کو اتنا پسند آتا ہے کہ وہ اسے فقیری سے امیری عطا کر دیتا ہے۔ تنگدستی سے کشادگی بخشتا ہے اور نیک نامی اور کامیابی کا انعام دیتا ہے۔

اگر انسان اپنے آپ کو صحت مند اور تندرست رکھنا چاہے تو محنت سے نہ کترائے۔ کیونکہ تندرستی اور محنت کا ساتھ ہے۔ دیہاتی غریب ہونے کے باوجود صحت مند رہتا ہے اور شہری امیر ہونے کے باوجود بیمار۔ یہ بات ممکن ہے کسی کو راز معلوم ہو مگر حقیقت میں یہ کوئی راز کی بات نہیں۔ ظاہر ہے کہ امیر کھاتا پیتا ہے اور کوئی کام نہیں کرتا۔ محنت کو کسر شان جانتا ہے۔ جو کچھ کھاتا ہے وہ ہضم نہیں ہوتا تو کئی قسم کی بیماریاں آن گھیرتی ہیں۔ وہ ایک بیماری سے جان چھڑانے کے لئے ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے، روپیہ خرچ کرتا ہے، دوائیں لیتا ہے، کھاتا ہے مگر ایک کی بجائے دو بیماریاں اسے گھیر لیتی ہیں وہ دوائیں تو کھاتا ہے مگر صحت کے راز سے آگاہ ہونے کے باوجود اس پر پردہ ہی پڑا رہنے دیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ دولت سے صحت خرید سکتا ہے مگر یہ ناممکن ہے۔ صحت خدا کے بتائے ہوئے اصولوں ہی سے حاصل ہوتی ہے اور وہ مفت ملتے ہیں۔ امیر آدمی

یاد رکھیے صحت کے لیے ورزش لازمی ہے۔ صبح کی سیر، گھوڑ سواری، باغبانی صحت کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ یہ سب کچھ صبح سویرے اٹھنے پر منحصر ہے۔ کوئی سا موسم ہو، صبح سویرے اٹھیے وضو کیجئے، نماز پڑھیے، خدا سے اپنی اور قوم وملت کی بھلائی اور بہتری کی دعا کیجئے۔ پھر سیر کو نکل جایئے۔ میل دو میل سیر ضرور کرنی چاہیے۔ گھر آکر تھکاوٹ اتارنے کے لیے نہا لیجئے۔ غسل سے فارغ ہو کر ناشتا کیجئے اور متوازن غذائیں کھایئے۔ خدا نے چاہا تو بیماری پاس بھی نہیں پھٹکے گی۔

اللہ نے انسان کے جسم کی ساخت ہی ایسی بنائی ہے کہ اسے کچھ نہ کچھ محنت کرنی ہی چاہیے۔ ہاتھ نہ ہلاؤ گے تو کمزور ہو کر بے جان ہو جاؤ گے۔ چلو پھرو گے نہیں تو ٹانگیں من من بھر کی ہو جائیں گی اور چلنے پھرنے سے رہ جاؤ گے۔ اس لئے خدا کی دی ہوئی صحت کو بحال رکھنے اور بڑھانے کے لئے کام کرتے رہو اور اس کے ساتھ ہی ہمیشہ نیک خیال، نیک کام، نیک کردار، نیک چلن بننے کی کوشش بھی کرتے رہو۔ نیکی سے تندرستی کا انعام بھی ملا کرتا ہے۔ حقیقت میں تندرستی، نیکی کے لئے ہی ملتی ہے۔ پس نیکی اور تندرستی سے اپنی عاقبت سنوارنے کی کوشش سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔

یہ بھی یاد رکھیے کہ جب تک بھوک غالب نہ ہو، کچھ نہ کھایئے اور ابھی بھوک باقی ہو تو کھانے سے ہاتھ کھینچ لیجیے۔

ب۔ شہری اور دیہاتی زندگی

خاکہ:
- i۔ دیہاتی زندگی۔ تازہ ہوا عمدہ خوراک
- ii۔ شہری زندگی۔ آلودگی۔ ملاوٹ شدہ خوراک
- iii۔ شہری زندگی بے چینی اور بے آرامی
- iv۔ دیہاتی زندگی محنت و مشقت۔ تندرستی و صحت
- v۔ دیہاتوں میں تعلیمی سہولتوں کا فقدان

جواب۔

شہری اور دیہاتی زندگی

یہ شہر ہے۔ زندگی سے بھرپور، اپنی زیست پر مسرور، اپنی ذات پر مغرور۔ دن ہو یا رات کام میں مصروف نہ تفریح، نہ تعطیل کارخانوں کا دھواں، دن رات کی ٹھک ٹھک، آنکھیں دھویں سے بند ہیں، کان چھلے ہوئے۔ غریبوں کے لیے دن رات کی بے چینی، محنت کشوں کے لئے درد آفرینی، ایک ایک کمرے میں کئی کئی جانیں، نہ تازہ ہوا نہ عمدہ خوراک، گلیوں اور کوچوں میں غلاظت کے ڈھیر، خاکروب گلیوں کے چودھری ہیں۔ مہینے میں کبھی ایک آدھ بار صفائی کو آگئے تو آگئے، ورنہ سپرد خدا۔

امیر ہیں، دولت مند ہیں، کارخانہ دار ہیں۔ شراب عشرت سے سرشار ہیں۔ جاڑا ہو تو گرم لباس، گرم بستر، کندھوں پر شال، ہیٹر لگے ہوئے ہیں۔ سگریٹ بیڑی اتارے ہی۔ زیادہ کمائی کے غم و پیچ میں اسیر ہیں۔ نئی سکیمیں اور نئے منصوبے بنا رہے ہیں۔ گرمی آتی ہے تو بجلی کے پنکھے دن رات چل رہے ہیں۔ کھلے مکانوں میں ایئر کنڈیشنڈ لگے ہیں۔ اس پر طبیعت بگڑی تو کار میں بیٹھے اور مری پہنچ گئے۔ گھوڑا گلی کی سیر کی ایبٹ آباد، اسلام آباد کو نکل گئے۔ ٹھنڈی زمین، ٹھنڈی ہوا، ٹھنڈا پانی، چشموں کی سریلی آواز، قدرتی نغمے، قدرتی ساز، جیب میں دام ہیں، اس کے باوجود بے چین ہیں، بے آرام ہیں۔ کسی کو بلڈ پریشر ہے، کوئی شوگر کا مریض ہے۔ کسی کو کچھ بیماری ہے، کسی کو کچھ۔

دیہات میں آیئے جسے دیکھیے ہٹا کٹا، مضبوط، سڈول، ہر موسم اور ہر سختی برداشت کرنے کو تیار۔ نہ گلہ نہ شکوہ، ہل چل رہے ہیں، بیل چھن چھن کرتے ہوئے بھاگے جا رہے ہیں، زمین کا سینہ چیرا جا رہا ہے۔ بیج بوئے جا رہے ہیں۔ کہیں کٹائی ہو رہی ہے، کہیں نئے پودے لگائے جا رہے ہیں۔ اناج پک رہا ہے۔ فصلیں سنہری بالوں سے سنہری ہو رہی ہیں۔ زمیندار مسرور ہے۔ یہ سنہری بالیں اناج کے بھرپور خوشے ہیں، زمیندار انہیں سنبھالنے کی فکر میں ہے۔ فصل پک جائے گی تو اپنے لئے تھوڑا سا غلہ رکھ کر باقی اناج منڈی بھیج دے گا جو شہر کے رہنے والوں کی خوراک بنے گا۔ گاؤں کی عورتیں اور بچے سبھی محنتی ہوتے ہیں۔ یہی محنت ان کی صحت و تندرستی کی ضامن ہے۔

وہ موٹا جھوٹا اناج کھاتے ہیں اور طاقتور ہوتے جاتے ہیں۔ کسی کو بلڈ پریشر کی بیماری نہیں، نہ کوئی شوگر کا مریض ہے۔ کبھی کبھی بخار ضرور آجاتا ہے، مگر ان کی یہی محنت ان معمولی بیماریوں کو بھگا دیتی ہے۔ ان کے مکان شہر کے مقابلے میں کچے گھروندے ہیں۔ نہ سڑکیں ہیں نہ روشنی، نہ باغات، مگر ان کے ہرے بھرے کھیت ہی ان کی سڑکیں، روشیں اور [illegible] بہت کم دیہاتی کالج تک آتے ہیں۔ شہر میں ہسپتال، کالج،

اہم مشقی سوالات (Reduced Syllabus)

(ح) شدھی اور سنگھٹن کی تحریکوں کے مقاصد کیا تھے؟

جواب: ہندوؤں نے مسلمانوں ہندو بنانے کے لیے شدھی کی تحریک شروع کی اور ان کو ختم کرنے کے لیے سنگھٹن کی تحریک بھی شروع کی۔

i۔ اکبر بادشاہ کے دور میں کافرانہ طور طریقے کس طرح رائج ہوئے؟

ج۔ اکبر بادشاہ کی بے جا رواداری اور ملکی سیاست میں ہندوؤں کے عمل دخل کی وجہ سے ملک میں کافرانہ طور طریقے رائج ہوئے جس کی وجہ سے مسلمانوں کی تہذیب و تمدن کو کافی نقصان ہوا۔اور معاشرے میں ہندوانہ طور طریقے پروان چڑھنے لگے۔

ii۔ مغربی مفکرین کے نزدیک قومیت کی بنیاد کیا ہے؟

ج۔ اہل مغرب نے خاندانی، نسلی اور قبائلی بنیادوں میں ذرا وسعت پیدا کر کے قومیت کی بنیادیں جغرافیائی حدود پر استوار کیں اور کہا کہ قوم وطن سے بنتی ہے۔

iii۔ مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد کیا ہے؟

ج۔ مسلمانوں کی قومیت ایک نظریاتی قومیت ہے جو لا الہ پر قائم ہے یعنی یہ کہ نسل، رنگ اور وطن کی بنیاد پر نہیں۔ بلکہ ایک نظریے، ایک عقیدے اور ایک کلمے کی بنیاد پر وجود میں آئی ہے۔

iv۔ نظریہ پاکستان کا اصل مقصد کیا تھا؟

ج۔ نظریہ پاکستان کا اصل مقصد اسلامی اصولوں کی ترویج و اشاعت اور اہل عالم کے لئے مثالی مملکت کا نمونہ فراہم کرنا تھا۔

v۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے دین کی سربلندی کے لئے کیا خدمات سر انجام دیں؟

ج۔ اکبر بادشاہ کے آخری دور میں اسلام کی سربلندی کے لئے حضرت مجدد الف ثانی کھڑے ہوئے آپ نے جہانگیر کے زمانے میں محض دین کی خاطر قید و بند کی سختیاں جھیلیں اور اسلام کو نئے سرے سے فروغ دیا۔

vi۔ مغلیہ دور کا زوال کس طرح شروع ہوا؟

ج۔ اورنگ زیب کے بیٹوں کے باہمی نفاق اور کمزوری کی وجہ سے مغلیہ سلطنت کا زوال شروع ہو گیا۔
اس کے علاوہ مسلمانوں کی آرام پسندی، حکومتی معاملات میں عدم دلچسپی، اور محلاتی سازشوں کا عروج بھی زوال کا باعث بنا علاوہ ازیں مرہٹوں اور ہندوؤں کے کئی گروہوں نے بھی سر اٹھا لیا تھا۔

vii۔ بنگال میں ہندوؤں نے مسلمانوں کو کس طرح نقصان پہنچایا؟

ج۔ ہندوؤں نے سازشیں کر کے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے مشرقی بنگال اور آسام کا وہ صوبہ جس میں مسلمانوں کی اکثریت تھی ختم کرا دیا۔

viii۔ نہرو رپورٹ میں مسلمانوں کے کس اصول کو نظر انداز کیا گیا؟

ج۔ نہرو رپورٹ 1928ء کو منظر عام پر آئی اس میں کانگرس نے جو رپورٹ شائع کی اس میں مسلمانوں کے لئے علیحدہ نمائندگی کا اصول جو وہ بارہ

ix۔ تحریک خلافت کے آغاز کی وجہ تھی؟

ج۔ پہلی جنگ عظیم میں انگریزوں نے مسلمانوں سے عہد کیا کہ اگر جنگ میں مسلمان انگریزوں کا ساتھ دیں تو وہ ترکی کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے لیکن جب انگریزوں کو جنگ میں فتح حاصل ہو گئی تو انہوں نے اپنے وعدے کو بھلا دیا اور ترکی میں خلافت کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے نتیجے میں علی برادران نے تحریک خلافت کی مہم چلائی۔

x۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے اپنے مضمون میں کس نظریے کی وضاحت کی ہے؟

ج۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے اپنے مضمون میں نظریہ پاکستان کی وضاحت کی ہے۔ ہر قوم کا اپنا نظریہ ہوتا ہے یہ نظریہ کسی تحریک کے نتیجے میں بیدار ہوتا ہے۔ ہمارا "نظریہ پاکستان" دراصل نظریہ اسلام ہے۔اور یہی نظریہ اسلام پاکستان کے مطالبے کی بنیادی اساس ہے۔

xi۔ سلطان حیدر علی اور سلطان ٹیپو انگریزوں کے خلاف کیوں کامیابی حاصل نہ کر سکے؟

ج۔ میسور کے سلطان حیدر علی اور اس کے بیٹے سلطان ٹیپو نے نہ صرف ہندوؤں اور انگریزوں کا مقابلہ کیا بلکہ افغانستان، ترکی اور پھر فرانس کو بھی اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کی ۔ لیکن ملک کے دوسرے سرداروں نے ساتھ نہیں دیا۔ اس کے علاوہ ان کے ساتھ میر جعفر جیسے غدار موجود تھے جس کی وجہ سے انہیں انگریزوں کے خلاف کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

xii۔ کانگرس نے مسلمانوں کو کون کون سے نقصانات پہنچانے کی کوشش کی؟

ج۔ ۱۸۸۵ء میں ہندوؤں نے کانگرس کی بنیاد ڈالی اور ظاہر کیا کہ وہ تمام قوموں کو اُن کے حقوق دلوائیں گے لیکن بعد میں پتا چلا کہ وہ صرف اپنے حقوق کا تحفظ چاہتے ہیں انھوں نے مسلمانوں کو ان کے کاروبار سے محروم کرنے کی کوشش کی۔ وہ سرکاری ملازمتوں پر قابض ہو گئے۔ نیز مسلمانوں کی زبان اُردو کی مقابلے میں ہندی کو قائم کر دیا۔

xiii۔ سرسید احمد خان نے مسلمانوں کی کس طرح خدمت کی؟

ج۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں پر زوال آیا تو سرسید احمد خان عظیم مصلح کی صورت میں سامنے آئے انہوں نے اس دور کے تقاضوں کو دیکھتے ہوئے انگریزوں سے مفاہمت کو غنیمت سمجھا اور مسلمانوں کی علمی و تہذیبی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور مسلمانوں کو جدید علوم سیکھنے کی طرف راغب کیا۔

xiv۔ حکومت برطانیہ کو مسلمانوں سے کیوں عناد پیدا ہو گیا؟

ج۔ ہندوستان کے مسلمانوں چونکہ ترکی کے سلطان کو حجاز کی خدمت کرنے کی وجہ سے خلیفہ اسلام سمجھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے ترکی کو مالی اور طبی امداد باہم پہنچائی جس کی وجہ سے حکومت برطانیہ کو مسلمانوں سے عناد پیدا ہو گیا۔

xv۔ برصغیر کے مسلمانوں نے ایک جدا وطن کا مطالبہ کیوں پیش کیا؟

ج۔ برصغیر کے مسلمانوں نے اپنی جداگانہ قومیت کی بنیاد پر اپنے لئے ایک جدا وطن کا مطالبہ کیا جس میں وہ اپنے عقیدے اپنے نظریہ زندگی اپنے طرز معاشرت کے مطابق زندگی بسر کر سکیں اور ایک مسلمان کی حیثیت سے دور جدید کے چیلنج کا مقابلہ کر کے اپنے مستقبل کو سنوار سکیں۔

گیس پیپر اینڈ ماڈل پیپر # 2 (Reduced Syllabus)

وقت: 20 منٹ | حصہ اوّل | کل نمبر: 15

نوٹ: حصہ اول لازمی ہے۔ اس کے جوابات پرچے پر ہی دیے جائیں گے۔ اس کو پہلے بیس منٹ میں مکمل کر کے ناظم مرکز کے حوالے کر دیا جائے۔ کاٹ کر دوبارہ لکھنے کی اجازت نہیں۔ لیڈ پنسل کا استعمال ممنوع ہے۔

سوال نمبر 1: نصابی کتاب کی روشنی میں درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ مصنف کا دوست زیادہ بے تکلف اور شور مچانے والا ہے:
الف۔ احمد مرزا ب۔ شاکر صاحب ج۔ قرض خواہ دوست د۔ محمد حسین

۲۔ مصنف کے دوست انھیں راجا صاحب سے ملوانے کہاں لے جانا چاہتے تھے؟
الف۔ جام نگر ب۔ احمد نگر ج۔ الٰہ آباد د۔ احمد آباد

۳۔ مصنف جس کمرے میں ٹھہرائے گئے اس کی کھڑکی کھلتی تھی:
الف۔ باغ میں ب۔ چٹیل میدان کی طرف ج۔ پائیں باغ میں د۔ دریا کی سمت

۴۔ سبق "ملمع" کے ماخذ کا نام کیا ہے؟
الف۔ وہ لوگ ب۔ سب افسانے میرے ج۔ ہائے اللہ د۔ چوری چھپے

۵۔ جب لڑکی ریلوے سٹیشن پہنچی تو گاڑی آنے میں دیر تھی:
الف۔ پندرہ منٹ ب۔ آدھا گھنٹا ج۔ ایک گھنٹا د۔ چند منٹ

۶۔ سبق "ملمع" اصنافِ ادب کے لحاظ سے کیا ہے؟
الف۔ داستان ب۔ افسانہ ج۔ مضمون د۔ ناول

۷۔ "ملمع" کس کی تحریر ہے؟
الف۔ خدیجہ مستور ب۔ ہاجرہ مسرور ج۔ سجاد حیدر یلدرم د۔ اشرف صبوحی

۸۔ لڑکی نے قلی کو کتنی رقم دی؟
الف۔ اٹھنی ب۔ ایک روپیا ج۔ پانچ کا نوٹ د۔ دس روپے

۹۔ لڑکی کے سفر کا مقصد تھا:
الف۔ سیر سپاٹا ب۔ بیمار چچا کی عیادت

۱۰۔ لڑکی نے ریل کا سفر کس درجے میں کیا؟

الف۔ انٹر ب۔ اوّل ج۔ دوم د۔ اے سی

۱۱۔ "میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت" کس شاعر کی تخلیق ہے؟

الف۔ مرزا دبیر ب۔ میر انیس ج۔ مولوی میر حسن د۔ میر خلیق

۱۲۔ محبوب کے سادگی سے ملنے کا شاعر پر کیا اثر ہوتا ہے؟

الف۔ خوشی سے پھولے نہیں سماتا ب۔ محبوب کے ستم بھول جاتا ہے

ج۔ نشہ سا چھا جاتا ہے د۔ ہر غم بھول جاتا ہے

۱۳۔ ایسی صنفِ نثر جس میں کسی شخص کی زندگی کے پہلوؤں کو نمایاں کیا جائے تاکہ اس کا تعارف بھی ہو جائے مگر وہ سوانح نہ ہو ______ کہلاتی ہے۔

الف۔ افسانہ ب۔ خاکہ ج۔ ناول د۔ سوانح عمری

۱۴۔ فعلِ ناقص، مبتدا، خبر اور متعلق خبر پر مشتمل جملے کو ______ کہتے ہیں۔

الف۔ جملہ فعلیہ ب۔ جملہ اسمیہ ج۔ جملہ خبریہ د۔ جملہ معترضہ

۱۵۔ استعارہ کے ارکان کی تعداد ان میں سے کتنی ہے؟

الف۔ دو ب۔ پانچ ج۔ چار د۔ تین

وقت: 2:40 گھنٹے کل نمبر: 60

نوٹ: حصہ دوم اور سوم 02 صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان سوالات کے جوابات علیحدہ سے مہیا کی گئی جوابی کاپی پر دیں۔ ایکسٹرا شیٹ طلب کرنے پر مہیا کی جائے گی۔ آپ کے جوابات صاف اور واضح ہونے چاہئیں۔

حصہ دوم (کل نمبر ۳۰)

سوال نمبر 2: دیے گئے ہر حصے میں دی گئی ہدایات کے مطابق شامل نصاب کتاب کی روشنی میں تین سے پانچ سطروں تک محدود جوابات لکھیں۔

الف: حصہ نثر

کوئی سے چھ اجزا کے جوابات دیں۔ (6 × 2=12)

i. چاندنی چوک میں فقیر کی تقریر کا لُبِ لباب کیا تھا؟

ii. مصنف پر اس فقیر نے کیا اثر کیا؟

iii. مصنف کو اپنے بے تکلف دوست بھڑ بھڑیا سے کیا شکایت ہے؟

vi. مصنف نے اپنے دوستوں کے متعلق کیا بتایا؟ (بحوالہ سبق "مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ")

vii. مصنف کو دوست شاکر اسے کہاں اور کیوں لے جاتے ہیں؟ (بحوالہ سبق "مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ")

ب: حصہ شعر

کوئی سے چھ اجزا کے جوابات دیں۔ (6 × 2=12)

i. اللہ تعالیٰ نے انسان کو کن نعمتوں سے نوازا ہے؟ چند ایک تحریر کیجیے۔ (بحوالہ نظم "حمد")

ii. دوسرے شعر کے مطابق کس کو سکون ملا ہے؟ (بحوالہ نظم "نعت")

iii. دوسرے بند میں نہر کے "لب" سے کیا مراد ہے؟ (بحوالہ نظم "میدان کربلا میں گرمی کی شدت")

iv. شاعر نے نظم کے پہلے شعر میں مرحومہ کو کیسے خراجِ تحسین پیش کیا؟ (بحوالہ نظم "فاطمہ بنت عبداللہ")

v. نعت کے آخری شعر میں خضر سے کون سی ہستی مراد ہے؟ (بحوالہ نظم "نعت")

vi. شاعر منزل مقصود پر پہنچنے کے لیے پُر امید ہے، کیوں؟ (بحوالہ غزل "حسرت موہانی")

vii. ہوش اور بے خودی کے ملنے سے دنیا کے کاروبار کیسے سنورتے ہیں؟ (بحوالہ غزل "جگر مراد آبادی")

ج: حصہ قواعد

کوئی سے تین اجزا کو حل کریں۔ (3 × 2 = 6)

i. کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے۔ رن ایک طرف چرخِ کہن کانپ رہا ہے

ارکانِ استعارہ کی نشان دہی کریں۔

ii. مطلع سے کیا مراد ہے؟ شعری مثال سے واضح کریں۔

iii. قافیہ کی تعریف لکھیں اور ایک مثال دیں۔

iv. درج ذیل جملے کی ترکیب نحوی کریں: "سعید گھر میں موجود ہے۔"

حصہ سوم (کل نمبر ۳۰)

سوال نمبر ۳: مصنف اور سبق کا حوالہ دیتے ہوئے کسی ایک نثر پارے کی تشریح کریں۔ (1/2+1/2+4= 5)

الف۔ دیکھو پرانی دوستی کا واسطہ دیتا ہوں، مجھے اس وقت ضرورت ہے، تھوڑا سا روپیا قرض دو۔ کیا اس کے احباب وقت بے وقت اسے دعوتوں اور جلسوں میں کھینچ کر نہیں لے جاتے؟ کیا کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ اسے نیند کے جھونکے آ رہے ہوں مگر یار دوستوں کا مجمع ہے، جو قصے پر قصہ اور لطیفے پر لطیفہ کہہ رہے ہیں اور اٹھنے کا نام نہیں لیتے؟ کیا

ب۔ بادل نخواستہ میں میں اٹھا اور نیچے گیا۔ شاکر صاحب کے دوست راجا طالب علی صاحب تشریف لائے تھے۔ ان سے میرا تعارف کرایا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ تشریف لے گئے اور مجھے بھی فرصت ملی اور میں نے یک سو ہو کر لکھنا شروع کیا۔ تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ شبن نے پھر دروازہ کھٹکھٹایا۔ معلوم ہوا کہ میری پھر یاد ہوئی۔ ہمارے میزبان کے کوئی اور دوست آئے ہوئے ہیں، اور میں انھیں دکھایا جاؤں گا۔ گویا میں بھی شکل میں بھی مثل اس عربی گھوڑے کے تھا، جسے میزبان نے حال ہی خریدا تھا اور جو ہر دوست آئے کو اصطبل سے منگا کے دکھایا جاتا تھا۔ ان دوست سے نجات پا کر اور بھاگ کر میں پھر اپنے کمرے میں آیا، خیالات غائب ہو گئے تھے۔ فقرہ از سر نو پھر بنانا پڑا۔ طبیعت اچاٹ ہو گئی۔ بہ ہزار وقت پھر بیٹھا اور لکھنا شروع کیا۔ اب کی مرتبہ خوش قسمتی سے کوئی آدھ گھنٹہ ایسا ملا، جس میں کوئی آیا گیا نہیں۔ اب میرا قلم تیزی سے چل رہا تھا اور میں لکھ رہا تھا۔

سوال نمبر ۴: شاعر اور نظم کا حوالہ دیتے ہوئے کسی ایک نظم پارے کی تشریح کریں۔ (1/2+1/2+4= 5)

الف۔
گرمی کارزارِ جنگ کی، کیونکر کروں بیاں
ڈر ہے کہ مثلِ شمع نہ جلنے لگے زباں
وہ لُو کے الحذر، وہ حرارت کہ الاماں
رن کی زمیں تو سرخ تھی اور زرد آسماں
آب خنک کو خلق ترستی تھی خاک پر
گویا ہوا سے آگ برستی تھی خاک پر

ب۔
فاطمہ! تو آبروئے اُمتِ مرحوم ہے
ذرّہ ذرّہ تیری مُشتِ خاک کا معصوم ہے
یہ سعادت حورِ صحرائی! تری قسمت میں تھی
غازیانِ دیں کی سقائی تری قسمت میں تھی

سوال نمبر ۵: شاعر کا حوالہ دیتے ہوئے مندرجہ ذیل میں سے کوئی سے دو اشعار کی تشریح کریں: (1/2+1/2+2+2= 5)

الف۔ بھول جاتا ہوں مَیں ستم اس کے / وہ کچھ اس سادگی سے ملتا ہے

ب۔ مَیں درماندہ اس بار گاہِ عطا کا / گُنہ گار ہوں، اک خطا ہو گئی ہے

ج۔ آج کیا بات ہے کہ پھولوں کا / رنگ، تیری ہنسی سے ملتا ہے

سوال نمبر ۶: "جس کا کام اسی کو ساجھے" کے موضوع پر کہانی لکھیں۔ (5)

سوال نمبر ۷: دیے گئے اشارات کی مدد سے کسی ایک موضوع پر ڈھائی سو سے تین سو الفاظ مشتمل ایک مضمون لکھیں: (10)

الف۔ عیدین / مذہبی تہوار

خاکہ:
i۔ عید کا مفہوم، مقصد اور اہمیت
ii۔ عید الفطر۔ رمضان المبارک کے پس منظر میں
iii۔ عید الاضحی، حضرت ابراہیمؑ کی قربانی کے تناظر میں۔
iv۔ عیدین کا آنکھوں دیکھا حال
v۔ عید کی حقیقی خوشیاں۔ محتاجوں کی امداد

ب۔ علامہ محمد اقبالؒ / عظیم لیڈر / شاعر مشرق

iii- شعر و شاعری سے محبت   iv- جرمنی سے پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری   v- تصورِ پاکستان

حل گیس پیپر اینڈ ماڈل پیپر 2# (Reduced Syllabus)

جوابات حصہ معروضی

۸	۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱
الف	ب	ب	الف	ب	ج	ب	الف
	۱۵	۱۴	۱۳	۱۲	۱۱	۱۰	۹
	د	ب/ج	ب	ب	ب	الف	ب

حصہ دوم (کل نمبر ۳۰)

سوال نمبر2: دیئے گئے ہر حصے میں دی گئی ہدایات کے مطابق شامل نصاب کتاب کی روشنی میں تین سے پانچ سطروں تک محدود جوابات لکھیں۔

الف: حصہ نثر

کوئی سے چھ اجزا کے جوابات دیں۔ (6 × 2=12)

i. چاندنی چوک میں فقیر کی تقریر کا لُبِ لُباب کیا تھا؟

جواب: چاندنی چوک میں فقیر کی تقریر کا لب لباب یہ تھا۔ "اے بھائی مسلمانو! خدا کے لیے میری بات سنو۔ میں آفت کا مارا سات بچوں کا باپ ہوں۔ میں پردیسی ہوں۔ میں اپنے وطن واپس جانا چاہتا ہوں۔ ہائے میرا کوئی دوست نہیں۔ کوئی مجھے گھر نہیں پہنچاتا۔ میری مدد کرو۔

ii. مصنف پر اس فقیر نے کیا اثر کیا؟

جواب: مصنف کو اس فقیر کا بھیک مانگنے کا طریقہ خاص معلوم ہوا وہ اس شخص کو دیکھنے اور اسکے الفاظ سننے کے لیے رک گیا۔ مصنف نے فقیر کو بہت سے امور میں خود سے بہتر پایا۔ اس لیے بھی کہ فقیر کا کوئی دوست نہیں تھا۔ اس کی صحت مصنف سے زیادہ اچھی تھی۔

iii. مصنف کو اپنے بے تکلف دوست بھڑ بھڑیا سے کیا شکایت ہے؟

جواب: مصنف کو اپنے دوست بھڑ بھڑیا سے یہ شکایت ہے کہ جب بھی آتے ہیں، بھونچال کی طرح آئیں گے، گولے کی طرح دروازہ کھولیں گے اور آندھی کی طرح داخل ہوں گے۔ مصافحہ کے لیے ہاتھ کو اس گرمجوشی سے دباتے ہیں کہ درد ہونے لگتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جب جاتے ہیں مصنف کے تمام خیالات بھی ساتھ

iv. محمد تحسین کی گفتگو کا محور کیا ہوتا ہے؟

جواب: محمد تحسین کی گفتگو کا محور بیوی بچے اور ان کی بیماریاں ہوتا ہے۔ محمد تحسین کی گفتگو کا محور دن رات بچوں کی فکر ہے جب آئیں گے بال بچوں کی بیماری کے تذکرے کریں گے۔ موسم کے بارے میں بات کرو تو بچوں کی طبیعت کی خرابی کا ذمہ دار خرابی موسم کو ٹھہرائیں گے لٹریچر کی بات کرو تو ان حالات سے بے خبری کی وجہ بھی گھر کی بیماری بتائیں گے، عام جلسے میں جائیں گے تو بچوں کو ساتھ لے جائیں گے۔

v. مصنف کے کون سے دوست ادب کے زیادہ دل دادہ ہیں؟

جواب: مصنف کے دوست شاکر خاں صاحب ادب کے دلدادہ ہیں۔ انھیں لٹریچر پڑھنے اور لٹریری آدمیوں سے ملنے کا بہت شوق ہے۔

vi. مصنف نے اپنے دوستوں کے متعلق کیا بتایا؟ (بحوالہ سبق "مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ")

جواب: مصنف نے اپنے دوستوں کے متعلق بتایا کہ کس طرح وہ مصنف کی زندگی میں مسائل اور وقت کے ضیاع کا باعث بنتے ہیں۔ مصنف نے اپنا اور تقیر کا موازنہ کرتے ہوئے اپنے دوستوں کے حوالے سے ان مسائل کا تذکرہ کیا ہے جو ان کی وجہ سے مصنف کی زندگی میں جنم لیتے ہیں۔ بلاوجہ قرض مانگنا، وقت بے وقت دعوتوں میں کھینچ کے لے جانا، زبردستی اپنے پاس بیٹھنے پر مجبور کرنا، دوستوں کی تصانیف کو خواہ مخواہ پڑھنا اور ریویو دینا یہ وہ مسائل ہیں جن سے تقیر پوری طرح آگاہ ہے۔

vii. مصنف کو دوست شاکر اسے کہاں اور کیوں لے جاتے ہیں؟ (بحوالہ سبق "مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ")

جواب: مصنف کے ایک دوست شاکر ہیں جو سلیم پور کے رئیس ہیں۔ وہ مصنف کو اپنے ساتھ گاؤں لے جاتے ہیں کہ یہاں آرام سے تخلیقی کام کرنا لیکن یہاں بھی وہ مصنف کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتے۔

ب: حصہ شعر

کوئی سے چھ اجزا کے جوابات دیں۔ $(6 \times 2=12)$

i. اللہ تعالیٰ نے انسان کو کن نعمتوں سے نوازا ہے؟ چند ایک تحریر کیجیے۔ (بحوالہ نظم "حمد")

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ جن میں پھل پھول، سبزیاں، گوشت، اناج، ہوا، پانی، آگ، مٹی، پہاڑ، دریا، روشنی، سمندر، اور صحت قابلِ ذکر ہیں۔

ii. دوسرے شعر کے مطابق کس کو سکون ملا ہے؟ (بحوالہ نظم "نعت")

جواب: دوسرے شعر کے مطابق غریبوں کی جان کو سکون ملا۔ یعنی حضور ﷺ کی تعلیمات نے معاشرے کے پسے ہوئے غریب، مسکین، مستحق طبقے کے حقوق مقرر فرمائے، جس سے ان کو سکون، امن اور قرار ملا۔

iii. دوسرے بند میں نہر کے "لب" سے کیا مراد ہے؟ (بحوالہ نظم "میدان کربلا میں گرمی کی شدت")

جواب: دوسرے بند میں نہر کے لب سے مراد ہے کہ گرمی کی شدت کے باعث دریائے فرات کی تھی نہر علقمہ کا پانی خشک ہو گیا تھا اور تہ سے جا لگا تھا۔ اس کے کنارے خشک تھے۔ یہاں نہر کے لب سے مراد ہے نہر کے کنارے۔

iv. شاعر نے نظم کے پہلے شعر میں مرحومہ کو کیسے خراجِ تحسین پیش کیا؟ (بحوالہ نظم "فاطمہ بنت عبداللہ")

تھی اور بالآخر جنگ میں اپنے غازی اور زخمی مجاہدین بھائیوں کو اپنے مشکیزے سے پانی پلاتی ہوئی، جام شہادت نوش کر گئی۔ اپنی جان قربان کر کے اُمت کے وقار میں اضافہ کر گئی ہے، شاعر کہتا ہے کہ فاطمہ تو مسلمان امت کی عزت ہے اور تیرا وجود پاکیزہ ہے، شہید زندہ ہوتے ہیں یہ ہر مسلمان کا ایمان ہے۔

.v نعت کے آخری شعر میں خضر سے کون سی ہستی مراد ہے؟ (بحوالہ نظم "نعت")

جواب: نعت کے آخری شعر میں خضر سے مراد حضور ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔

.vi شاعر منزل مقصود پر پہنچنے کے لیے پُر امید ہے، کیوں؟ (بحوالہ غزل "حسرت موہانی")

جواب: شاعر منزل مقصود پر پہنچنے کے لیے اس لیے پُر امید ہے کیونکہ اس نے ابتدا کر لی ہے اور وہ پُر امید ہے کہ اب اُسے اپنی منزل بھی ضرور مل جائے گی۔

.vii ہوش اور بے خودی کے ملنے سے دنیا کے کاروبار کیسے سنورتے ہیں؟ (بحوالہ غزل "جگر مراد آبادی")

جواب: ہوش اور بے خودی کے ملنے سے دنیا کے کاروبار سنور سکتے ہیں کیونکہ ایک بے خود انسان اپنا کام خود نہیں کر سکتا اُسے کسی ہوش مند کی ضرورت ہوگی جو اُسے سہارا دے سکے۔

ج: حصہ قواعد

کوئی سے تین اجزا کو حل کریں۔ $(3 \times 2 = 6)$

.i کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے۔ رن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے

ارکانِ استعارہ کی نشان دہی کریں۔

جواب: جرات اور شجاعت کے باعث حضرت عباسؓ کو شیر کہا گیا ہے۔

.ii مطلع سے کیا مراد ہے؟ شعری مثال سے واضح کریں۔

جواب: اصطلاح میں غزل یا قصیدے کا پہلا شعر بشرطیکہ دونوں مصرعے ہم قافیہ یا ہم قافیہ و ہم ردیف ہوں۔

مثال: بازیچۂ اطفال ہے دُنیا مرے آگے ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے (تعریف اور کوئی سی شعری مثال پر پورے نمبر دیں۔)

.iii قافیہ کی تعریف لکھیں اور ایک مثال دیں۔

جواب: قافیہ: کسی شعر کے آخر میں آنے والے ہم وزن اور ہم آواز الفاظ کو قافیہ کہتے ہیں۔ اگر شعر میں ردیف بھی ہو (ردیف کا ہونا لازمی نہیں) تو قافیہ ردیف سے پہلے آئے گا۔

ابن مریم ہوا کرے کوئی میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

اس شعر میں "ہوا" اور "دوا" قافیے ہیں۔

.iv درج ذیل جملے کی ترکیب نحوی کریں: "سعید گھر میں موجود ہے۔"

جواب: سعید: مبتداء / مسند الیہ گھر میں موجود: خبر / مسند ہے: فعل ناقص / کلمہ ربط

حصہ سوم (کل نمبر ۳۰)

الف۔ جواب: سبق کا عنوان: مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ مصنف کا نام: سجاد حیدر یلدرم

حل لغت: قرض: ادھار۔ نیند کے جھونکے: بہت زیادہ نیند آنا۔ تعجب: حیرانی۔

احباب: دوست۔ ریویو: تبصرہ، جائزہ۔ نحیف ونزار: کمزور۔

تصنیف: لکھی گئی کتاب۔ ہٹا کٹا: صحت مند

سیاق وسباق: سجاد حیدر یلدرم معروف افسانہ نگار، شاعر، صاحب طرز ادیب، مترجم اور مضمون نگار تھے۔ افسانہ نویسی اور ترکی زبان سے اردو میں تراجم ان کی وجہ شہرت ہیں۔ افسانوں میں رومانوی رنگ خاص طور پر غالب ہے۔ شامل نصاب سبق "دوستوں سے بچاؤ" ان کی معروف تصنیف "خیالستان" سے اخذ کیا گیا ہے۔ زیر تشریح پیراگراف سبق کے تقریباً ابتدائی حصے سے لیا گیا ہے۔ اس پیراگراف سے قبل مصنف دلی چاندنی چوک میں کھڑے فقیر کے ساتھ اپنی حالت کا موازنہ پیش کرتا ہے۔ مصنف بیان کرتا ہے کہ اگر فقیر کا کوئی دوست نہیں ہے جو میرے دوستوں کی طرح پانچ منٹ کی بھی فرصت نہ دے تو یہ مجھ سے بہتر ہے۔ مصنف کو دوستوں کی بدولت مضمون نگاری کے لیے ذرا سا بھی وقت نکالنا کتنا مشکل ہے، یہ فقیر دن دیہاڑے اپنا روپیہ آرام سے لے جاسکتا ہے کیونکہ اسے کوئی ایسا دوست نہ ملے گا جو اس سے پرانی دوستی کا واسطہ دے کر قرض مانگے۔ میرے دوست مجھے خوش کرنے کے لیے اور فائدہ پہنچانے ہی آتے ہیں مگر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان کی وجہ سے میرا نقصان ہی ہوتا ہے۔

تشریح: مصنف نے اپنے دوستوں کے متعلق بتایا کہ کس طرح وہ مصنف کی زندگی میں مسائل اور وقت کے ضیاع کا باعث بنتے ہیں۔ مصنف نے اپنا اور فقیر کا موازنہ کرتے ہوئے اپنے دوستوں کے حوالے سے ان مسائل کا تذکرہ کیا ہے جو ان کی وجہ سے مصنف کی زندگی میں جنم لیتے ہیں۔ بلاوجہ قرض مانگنا، وقت بے وقت دعوتوں میں کھینچ کے لے جانا، زبردستی اپنے پاس بیٹھنے پر مجبور کرنا، دوستوں کی تصانیف کو خواہ مخواہ پڑھنا اور ریویو دینا، یہ وہ مسائل ہیں جن سے فقیر پوری طرح آزاد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مصنف فقیر کو خود سے زیادہ بہتر گردانتا ہے۔ مصنف بیان کرتا ہے کہ بعض دوست اسے پرانی دوستی کا واسطہ دے کر ادھار رقم مانگتے ہیں لیکن فقیر کے پاس ایسا کوئی دوست نہیں آتا ہوگا۔ ایسا بھی کبھی نہیں ہوگا کہ اس فقیر کو سخت نیند آرہی ہو مگر اس کے یار دوستوں کا مجمع اسے قصے پر قصہ اور لطیفے پر لطیفہ سنانے کا کہہ رہے ہوں اور اس کے آرام کا خیال کرتے ہوئے اٹھنے کا نام نہ لیں۔ مصنف مزید بتاتا ہے کہ اس فقیر کے دوست اسے وقت بے وقت دعوتوں اور جلسوں پر بھی لے کر نہیں جاتے ہوں گے۔ اس کے ایسے دوست بھی یقیناً نہیں ہوں گے جن کے خطوں کا جواب دینا ضروری ہو۔ اس کے کسی پیارے دوست کی لکھی گئی کوئی کتاب پڑھنے کی پریشانی بھی اسے نہیں ہوگی جس کو بلاوجہ پڑھ کر اس کے بارے میں تبصرہ لکھنا پڑے۔ مصنف بیان کرتا ہے کہ اگر یہ فقیر ان تمام پریشانیوں اور مسائل سے آزاد ہے جو اس کے کام میں خلل انداز ہوتے ہیں اور اس کے ذہنی سکون اور وقت کو برباد کرتے ہوں تو اس بات میں کوئی حیرانی نہیں ہونی چاہیے کہ وہ مجھ سے بہت بہتر ہے اور میں اس کے مقابلے میں کمزور ہوں۔ اے میرے اللہ! اس کے باوجود بھی وہ شکر ادا نہیں کرتا۔ اس کا کوئی دوست نہیں جو اس کے لیے الجھن کا سبب بنے۔

ب۔ جواب: سبق کا عنوان: مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ مصنف کا نام: سجاد حیدر یلدرم

حل لغت: بادل نخواستہ: مجبوری۔ تعارف: پہچان۔ اصطبل: گھوڑوں کے رکھنے کی جگہ۔ منگاکے: منگواکر۔ از سرنو: نئے سرے سے۔

طبیعت اچاٹ ہوجانا: طبیعت اکتا جانا

سیاق وسباق: مصنف اپنے دوستوں احمد مرزا اور محمد تحسین سے بیزار ہے۔ احمد مرزا آندھی طوفان کی طرح آتے ہیں اور سب کچھ الٹ پلٹ کر جاتے ہیں۔

تشریح: مصنف نہ چاہتے ہوئے بھی اٹھ کھڑا ہوا اور نیچے چل دیا۔ شاکر صاحب کے دوست ملنے آئے ہوئے تھے۔ شاکر صاحب نے مصنف کا تعارف ان سے کرایا۔ کچھ دیر بعد یہ صاحب واپس چلے گئے تو مصنف کو لکھنے کا وقت ملا۔ ابھی مصنف نے توجہ لکھنے کی طرف مبذول کی تھی کہ نوکر شبن نے دروازہ بجایا۔ مصنف نے پوچھا تو پتا چلا کہ شاکر صاحب دوبارہ بلا رہے ہیں۔ ان کے ایک اور دوست ملنے آئے ہیں۔ مصنف نے سوچا کہ میں بھی اس عربی گھوڑے کی طرح ہوں جسے شاکر صاحب نے حال ہی میں خریدا ہے جسے وہ اصطبل سے منگا کر بار بار دکھاتے ہیں۔ شاکر صاحب کے اس دوست سے جان چھڑا کر مصنف پھر اپنے کمرے میں دوڑ کر آیا۔ اب خیالات بکھر گئے تھے۔ مصنف جملے دوبارہ سے بنانے لگا۔ اس کا دل لکھنے سے بیزار ہو گیا۔ بہت مشکل سے پھر توجہ مرکوز کی اور لکھنا شروع کر دیا۔ اب خوش قسمتی سے کسی نے آدھے گھنٹے تک تنگ نہ کیا۔ اب مصنف تیزی سے اپنے خیالات لکھ رہا تھا۔

سوال نمبر۴: شاعر اور نظم کا حوالہ دیتے ہوئے کسی ایک نظم پارے کی تشریح کریں۔ (1/2+1/2+4= 5)

الف۔ جواب: نظم کا عنوان: میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت شاعر کا نام: میر انیس

تشریح: شاعر میدان کربلا میں گرمی اور حبس کا نقشہ اپنے اشعار کی صورت میں بیان کرتا ہے کہ اس نظم میں شاعر نے کربلا کے میدان جنگ اور گرمی کی منظر نگاری کی ہے جب حضرت امام حسینؓ کا قافلہ کربلا کے میدان میں ٹھہرا تو اتنی شدید گرمی تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ ڈر ہے کہ لفظوں کی حرارت سے زبان جلنے لگے قافلہ حسینی نے 10 محرم الحرام کو کربلا میں پڑاؤ ڈالا اس روز اتنی شدید گرم ہوا چل رہی تھی اور اتنی تپش تھی کہ تمام جاندار اللہ کی پناہ مانگ رہے تھے۔ کربلا کے میدان میں ہر ذی روح ٹھنڈے پانی کی تمنا کر رہا تھا کیونکہ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ہوا آگ کی طرح گرم ہے اور زمین پر ہر مخلوق اس کی حدت محسوس کر رہی تھی۔

ب۔ جواب: نظم کا عنوان: فاطمہ بنتِ عبد اللہ شاعر کا نام: علامہ محمد اقبالؒ

تشریح: علامہ اقبالؒ نے اپنی شعری روایات کے عین مطابق، نظم کے پہلے ہی مصرعہ میں جان ڈال دی ہے اور اپنا خیال انتہائی واشگاف الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ علامہ اقبالؒ کا دور مسلمانوں کے لیے بڑا کٹھن تھا۔ مسلمان اپنی جرأت اور بہادری کی پرانی روایات کو بھول چکے تھے۔ ایسے حالات میں مسلمانوں کے جذبہ حریت کو بیدار کرنا وقت کی اہم ضرورت تھی۔ علامہ نے اپنی شاعری کے ذریعے اس کام کا بیڑا اٹھایا۔ علامہ اقبالؒ کی یہ نظم بھی اسی تناظر میں لکھی گئی ہے۔ یہ واقعہ طرابلس کی جنگ کے متعلق ہے۔ جو لیبیا کے مسلمانوں نے اٹلی کے خلاف آزادی کے حصول کے لیے لڑی۔ اس جنگ میں ۱۴ سالہ فاطمہ عرب لڑکی تھی جو طرابلس کی جنگ ۱۹۱۲ء میں غازیوں کو پانی پلاتی ہوئی شہید ہوئی۔ اقبالؒ اس بچی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے فاطمہ! تو امتِ مسلمہ کے لیے عزت اور آبرو کا باعث ہے۔ تو نے شہادت کا رتبہ حاصل کر کے مسلمانوں کی لاج رکھ لی۔ پوری مسلمان اُمت کو آپ پر فخر ہے کہ آپ جیسی پاک دامن بچیاں ہماری اُمت میں موجود ہیں جن کا جذبہ جہاد قابل فخر اور قابل ستائش ہے۔ نظم کے دوسرے شعر میں علامہ اقبالؒ اپنی دور رس نگاہوں سے فاطمہ کی شہادت کے واقعے میں مضمر حقیقت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے فاطمہ تو ریگستان میں رہنے والی ایک نیک سیرت اور پاک دامن لڑکی تھی، اسی وجہ سے اللہ نے تجھے اس نیک اور اہم کام کے لیے چن لیا۔ فاطمہ تو بہت خوش قسمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیری ذمہ داری یہ لگائی کہ تجھے مجاہدین کا ساقی (پانی پلانا) بنا دیا۔ مجاہدین جو اللہ کی راہ میں جہاد کر رہے ہیں ان کو دوران جہاد پانی پلانے کی بڑی عظیم ذمہ داری تھی جو اللہ نے تجھے سونپ دی ہے، تو انتہائی خوش قسمت ہے۔

سوال نمبر۵: شاعر کا حوالہ دیتے ہوئے مندرجہ ذیل میں سے کوئی سے دو اشعار کی تشریح کریں: (1/2+1/2+2+2= 5)

الف۔ بھول جاتا ہوں میں ستم اس کے وہ کچھ اس سادگی سے ملتا ہے

تشریح: غزل کے اس شعر میں شاعر اپنے محبوب کی ایک خوبی تذکرہ کرتا ہے، شاعر کہتا ہے کہ میرا محبوب جب بھی مجھ سے ملتا ہے اس خوبصورتی اور سادگی سے ملتا ہے کہ اس کا ہر ستم بھول جاتا ہے۔ شاعر محبوب کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے تڑپتا رہتا ہے اور سوچتا ہے کہ جب اس کا محبوب اس کے سامنے آئے گا تو وہ شکوہ کرے گا۔ اپنے دکھ کی داستان سنائے گا۔ محبوب کو بتائے گا کہ وہ کتنی راتوں سے نہیں سویا۔ جب محبوب سامنے آتا ہے تو ساری تکالیف اس کا معصوم اور بھولا بھالا چہرہ دیکھنے سے ہی دور ہو جاتی ہے۔

ب۔ مَیں درماندہ اس بار گاہِ عطا کا   گُنہ گار ہوں، اک خطا ہو گئی ہے

جواب: شاعر کا نام: حسرت موہانی

تشریح: اس شعر میں شاعر اپنی بے مایہ حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے اظہارِ ندامت کرتا ہے کہ اے اللہ میں تیری بارگاہ عطا کا ادنیٰ گنہگار ہوں۔ تجھ سے محبت کی خواہش اور عشق کا دعویٰ ایک گنہگار کے لیے تیری عطا سے کم نہیں۔ شاعر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں عطا کے آگے اپنے نامہ اعمال سے شرمسار ہو کر کہتا ہے کہ اے میرے پاک پروردگار میرے، میرا احسن عمل، میرا خلوصِ نیت اور میری نیکیاں تیرے لطف و عطا کے آگے کمتر اور حقیر ہیں، تیرے حسنِ کرم فیض میری خطاؤں کی پردہ پوشی کرتا ہے، اگرچہ میں گنہگار ہوں مگر تیری محبت کا دم بھرتا ہوں اور تیرے فضل و عنایت کا طلب گار رہتا ہوں۔

ج۔ آج کیا بات ہے کہ پھولوں کا   رنگ، تیری ہنسی سے ملتا ہے

جواب: شاعر کا نام: جگر مراد آبادی

تشریح: غزل کے اس شعر میں شاعر اپنے محبوب کی مسکراہٹ اور ہنسی کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میرے محبوب کی ہنسی میں یہ خوبصورتی ہے کہ اس کی ہنسی کا رنگ پھولوں سے ملتا ہے۔ شاعر اپنے محبوب کی مسکراہٹ کو پھولوں سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتا ہے کہ میرا محبوب جب مسکراتا ہے تو پھولوں جیسی دکھائی دیتا ہے۔ جس طرح پھول کھلکھلاتے ہوئے خوبصورت دکھائی دیتے ہیں اسی طرح میرے محبوب کا چہرہ مسکراتا ہوا ایسا لگتا ہے۔

سوال نمبر ۶: "جس کا کام اسی کو ساجھے" کے موضوع پر کہانی لکھیں۔ (5)

جواب:

جس کا کام اسی کو ساجھے

گرمی کا موسم تھا دھوپ شدت کی تھی۔ ہر طرف آسمان سے آگ برس رہی تھی۔ ایک بڑے جنگل کے کنارے ایک ریڑکا درخت شاخوں اور پتوں کی چھتری تانے کھڑا تھا۔ اس کی گھنی چھاؤں میں ایک بڑھئی لکڑی کے بڑے بڑے لٹھ چیرنے میں مصروف تھا۔ وہ اپنے کام میں اس قدر مشغول تھا کہ اس نے کبھی ریڑ کی چھاؤں کے سوا کسی طرف خیال نہیں کیا تھا۔

ریڑ کے درخت کے اوپر ایک بندر بھی رہا کرتا تھا اور بڑی توجہ سے بڑھئی کو لکڑی چیرتے دیکھا کرتا تھا۔ اسے بڑھئی کا کام اتنا پسند آیا کہ وہ چاہتا تھا کہ بڑھئی چلا جائے اور وہ لکڑی چیرنے کے لیے لٹھ پر بیٹھ جائے اور بڑھئی بن کر لکڑی چیرے۔

بڑھئی اکثر لکڑی چیرتے وقت لکڑی کی درز میں ایک پچر ٹھونک لیا کرتا تھا۔ بندر نے یہ سارا کھیل دیکھا اور موقع کی تلاش میں رہنے لگا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ بڑھئی کسی حاجت کے لیے لٹھ سے اٹھا۔ آری اور پچر دونوں اپنی اپنی جگہ چھوڑے اور خود چلا گیا۔ بندر نے دیکھا، موقع پایا، درخت سے اترا، لٹھ پر آ بیٹھا اور ادھر ادھر دیکھ جھانک کر لکڑی کی درز کے پچرے کے ساتھ کھیلنے لگا۔ زور لگاتا اور اسے ہلاتا رہا۔ ہلتے ہلتے آخر پچر درز سے نکل آئی اور درز بند ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی بندر کا ہاتھ درز میں آ کر پھنس گیا۔ بہتیرا چیخا چلایا، تڑپا مگر ایسا پھنسا کہ نکل نہ سکا۔ آخر بیہوش ہو کر گر پڑا۔

بڑھئی نے بندر کی چیخیں سنیں تو بھاگا ہوا آیا۔ بندر کو بے حس و حرکت پڑے پایا۔ جلدی سے پچر اٹھائی اور لکڑی کی درز میں ٹھونک دی۔ درز کھلی تو بندر پھر بھی نہ ہلا۔ بڑھئی نے دیکھا تو وہ مر چکا تھا۔ اسے درز کی قید سے نکال کر الگ پھینکا اور غصے سے کہنے لگا:

"بے وقوف! تو بندر تھا۔ بڑھئی کی آرزو میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔"

اخلاقی سبق / نتیجہ "جس کا کام اسی کو ساجھے"

سوال نمبر۷: دیے گئے اشارات کی مدد سے کسی ایک موضوع پر ڈھائی سو سے تین سو الفاظ مشتمل ایک مضمون لکھیں: (10)

الف۔ عیدین / مذہبی تہوار

جواب:

عیدین / مذہبی تہوار

مسلمان ہر سال دو عیدیں مناتے ہیں۔ ایک عید کو "عید الفطر" کہا جاتا ہے۔ یہ عید رمضان کا مہینہ ختم ہونے پر یکم شوال کو منائی جاتی ہے۔ اسے "چھوٹی عید" بھی کہا جاتا ہے۔ اصل میں یہ عید روزوں کا مبارک مہینہ خیر و خوبی گزرنے پر خوشی کا جشن ہے۔ اس عید پر گھر کے افراد کی تعداد کے مطابق صدقہ فطر غریبوں اور مستحقوں میں تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ وہ بھی عید کی خوشی منائیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ رمضان کا چاند ظاہر ہوتے ہی مسلمان سحری و افطاری کے خوش کن نظام میں مصروف ہو جاتا ہے۔ جب رمضان کا مہینہ ختم ہوتا ہے اور چاند کی انتیسویں شام ہوتی ہے تو غروب آفتاب کا وقت قابل دید ہوتا ہے۔ مکانوں کی چھتوں پر بچے اور بڑے بھی چڑھ جاتے ہیں۔ مغرب کی طرف نظر جمائے دیکھتے ہیں کہ ہلال عید نظر آ جائے۔

اس روز ہلال اس قدر باریک ہوتا ہے کہ اس کا نظر آنا کارے دارد۔ آسمان صاف ہو اور کسی کی نگاہ ہلال کی چمک سے منور ہو جائے تو کیا کہنے۔ ایک گونج پیدا ہوتی ہے۔ وہ رہا چاند! درخت کی چھوٹی ٹہنی کے ساتھ، پتوں کی اوٹ میں۔ ادھر چاند نظر آیا نوبت نقارے بجنے لگے اور ڈھول پٹنے لگے۔ اس قدر چہل پہل اور گہما گہمی ہوئی جیسے شام کی خاموشی جاگ اٹھی۔ بچوں کے نئے اجلے اور خوبصورت کپڑے دیکھے گئے۔ لڑکیوں اور عورتوں نے مہندی لگائی۔ رات اسی ذوق و شوق میں گزر گئی۔ صبح ہوئی تو گھروں میں سویاں پکیں۔ کھائی گئیں اور نماز کے لیے مقررہ میدان میں پہنچ گئے۔ مقررہ وقت پر امام صاحب آئے، نماز پڑھائی، خطبہ پڑھا اور دعا کے بعد لوگ آپس میں بغل گیر ہوتے گئے اور چلتے گئے۔ بچوں کے کھیلنے کی چیزیں یعنی غبارے وغیرہ خریدے، گھر پہنچے اور عزیزوں سے ملنے ملانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

دوسری عید کو "عید قربان" کہتے ہیں۔ اسے قرآنی اصطلاح میں "عید الاضحیٰ" یا "عید البقر" بھی کہا جاتا ہے۔ اضحیٰ تو وقت چاشت کو کہتے ہیں، چونکہ اس عید کی نماز چاشت کے وقت پڑھی جاتی ہے اس لئے اس کا نام عید الاضحیٰ ہوا۔ بقرہ عربی زبان میں گائے کو کہتے ہیں، چونکہ قربانی اس بات کا ثبوت ہے کہ گائے دوسرے جانوروں کی طرح صرف ایک مفید جانور ہے۔ ہاں تو یہ عید حضرت ابراہیمؑ کی قربانی کی یاد میں منائی جاتی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ خدا کے پیارے نبی تھے ایک رات خواب میں انھیں قربانی کا حکم ہوا۔ آپ نے صبح اٹھ کر سو اونٹ قربان کر دیئے۔ دوسری رات پھر قربانی کا حکم ہوا۔ آپؑ نے صبح پھر سو اونٹ قربان کر دیئے۔ تیسری رات کو سب سے پیاری چیز کی قربانی کا حکم ہوا۔ یہ اشارہ حضرت اسمٰعیل خورد سال اور اکلوتے بچے کی قربانی کی طرف تھا۔ چنانچہ آپ نے حضرت اسماعیل کو ساتھ لیا۔ چھری اور رسی پکڑی اور جنگل میں چلے گئے۔ حضرت اسماعیل لیٹ گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھ لئے۔ اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لی تاکہ رحم نہ آ جائے۔ چھری اٹھائی اور بچے کے گلے پر رکھ دی۔ اتنے میں آواز آئی۔ ابراہیم تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔ تیری قربانی قبول ہوئی۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنی آنکھوں سے پٹی اتاری، آنکھیں کھولیں تو انہوں نے بیٹے کی بجائے مینڈھا ذبح پایا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ لیا اور گھر آ گئے۔ یہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ تھی۔ مسلمان اسی قربانی کی یاد میں ہر سال قربانی کر کے سنت ابراہیمی کا احیاء کرتے ہیں۔ اس روز مینڈھے بھی ذبح ہوتے ہیں بکرے بھی، گائیں بھی

ایک حصہ گھر والوں کے لیے ہوتا ہے۔ دوسرا حصہ رشتہ داروں اور دوستوں کے لیے۔ تیسرا حصہ عام غریبوں اور حاجت مندوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ اس عید کی خوشی تین دن تک متواتر ہوتی ہے اور ہر روز جشن کی کیفیت ہوتی ہے۔

ب۔ علامہ محمد اقبالؒ / عظیم لیڈر / شاعر مشرق

جواب:

علامہ محمد اقبالؒ/ عظیم لیڈر/ شاعر مشرق

مدت مدید کی بات ہے کہ کشمیر میں ہندوؤں کے ظلم و ستم نے مسلمانوں کو نہایت تنگ کر رکھا تھا۔ کچھ مسلمانوں نے وادی کشمیر کی بہاروں کو چھوڑا اور پنجاب کی گرم ہواؤں میں آن بسے۔ ان مہاجر مسلمانوں میں سے ایک خاندان سیالکوٹ میں مقیم ہوا اور یہیں کا ہو رہا۔ اس خاندان کے ایک بزرگ کا نام صوفی نور محمد تھا جو سیالکوٹ میں ٹوپیوں کی دکان کرتے تھے۔ وہ نیک طبیعت اور خدا پرست تھے۔ 9 نومبر 1877ء کو ان کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا۔ ماں باپ نے خوشی منائی اور بچے کا نام محمد اقبال رکھا۔

وقت گزرتا گیا۔ بچہ بڑھتا گیا۔ جب ذرا سیانا ہوا تو ایک مکتب میں پڑھنے کے لیے بٹھا دیا گیا۔ یہاں سے اٹھا تو مشن سکول میں بٹھایا گیا۔ بڑا ذہین۔ اس نے پرائمری میں وظیفہ پایا۔ پھر مڈل میں یہی اعزاز حاصل کیا۔ میٹرک سے فارغ ہوا تو مرے کالج سیالکوٹ میں داخلہ لیا۔ یہاں مولوی میر حسن جیسا شفیق استاد ملا۔ جس نے عربی، فارسی اور اسلامی تعلیم کا ذوق پیدا کیا۔ ایف۔ اے پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے فلسفہ میں ایم۔ اے کیا اور کچھ عرصہ گورنمنٹ کالج میں پروفیسر کی حیثیت سے ملازمت کی۔ پھر 1905ء میں یورپ کے سفر پر کمر باندھی، کیمبرج یونیورسٹی سے بار ایٹ لاء کیا اور جرمنی کی میونخ یونیورسٹی سے پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری اور ڈاکٹر محمد اقبال بن کر وطن واپس آئے۔ اس بے وطنی اور یورپ کی بے راہروی نے اقبال کے دل میں مذہب کی سچی محبت اور وقعت پیدا کر دی۔

آپ کو بچپن ہی سے شعر و شاعری سے محبت تھی۔ انجمن حمایت اسلام کے اجلاس میں اقبال کے نام سے رونق آجاتی تھی۔ اقبال کی نظم کا ایک شعر اشرفیوں میں بکتا تھا۔ وہ مسلمانوں کے زوال پر بے حد غمناک تھے۔ وہ مسلم نوجوانوں کو اسلام کی آن پر کٹ مرنا سکھاتے تھے۔ چنانچہ آپ نے 1930ء کے خطبہ الٰہ آباد میں پاکستان کا تخیل پیش کر کے نوجوانوں کے دلوں میں آگ لگا دی۔ قائداعظم کو ولایت سے لائے اور مسلمانوں کی قیادت انھیں سونپ دی گئی۔

اقبالؒ جانتے تھے کہ محمد علی جناح ہی وہ شخصیت ہیں جنھیں نہ تو خریدا جاسکتا ہے۔ نہ راستے سے ہٹایا جاسکتا ہے۔ پاکستان کے حصول کے لئے ان سے زیادہ موزوں مسلمانوں میں کوئی نہیں۔ چنانچہ اقبالؒ کی رہنمائی اور قائداعظمؒ کی شبانہ روز محنت سے 14 اگست 1947ء کو پاکستان کا ہلال دنیا کے نقشے پر طلوع ہوا۔

انگریزی حکومت نے اقبالؒ کو "سر" کا خطاب دے رکھا تھا۔ مگر اقبالؒ نے انگریزی حکومت کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیے۔ انگریز کی ساحری کو مسحور کر دیا اور وہ اس مردِ درویش کے سامنے عاجز آگئی۔

اقبالؒ نے اردو اور فارسی میں اس قدر بلند خیالات کا اظہار کیا ہے کہ ایران اور دنیا بھر کے شاعروں اور فلسفیوں نے موجودہ زمانے کو "عصرِ اقبال" کہہ کر تعریف کے پھول پیش کیے۔ اردو میں "بانگِ درا"، "بالِ جبرائیل"، "ضربِ کلیم"، "ارمغانِ حجاز" اقبال کے شعری مجموعے ہیں۔ فارسی میں "پیامِ مشرق"، "زبورِ عجم"، "مثنوی اسرار و رموز"، "جاوید نامہ"، "ارمغانِ حجاز" کا کچھ حصہ شامل ہے۔

افسوس ہے کہ اقبالؒ نے جو شمع جلائی تھی خود اس کی روشنی سے مستفید نہ ہو سکے اور 21 اپریل 1938ء کو راہرو عالمِ بقا ہو گئے۔ بادشاہی مسجد کے صدر دروازے کے باہر آپ کا مقبرہ زیارت گاہِ عوام و خواص ہے۔ سچ ہے کہ ایسے نابغہ روزگار کہیں صدیوں بعد ہی پیدا ہوتے ہیں۔ وہ خود کہہ گئے ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

گیس پیپر اینڈ ماڈل پیپر # 3 (Reduced Syllabus)

وقت: 20 منٹ | حصہ اوّل | کل نمبر: 15

نوٹ: حصہ اول لازمی ہے۔ اس کے جوابات پرچے پر ہی دیے جائیں گے۔ اس کو پہلے بیس منٹ میں مکمل کر کے ناظم مرکز کے حوالے کر دیا جائے۔ کاٹ کر دوبارہ لکھنے کی اجازت نہیں۔ لیڈ پنسل کا استعمال ممنوع ہے۔

سوال نمبر 1: نصابی کتاب کی روشنی میں درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ سبق "چغل خور" مصنف کی کس کتاب سے ماخوذ ہے؟

الف۔ پنجابی لوک داستانیں ب۔ چینی لوک کہانیاں ج۔ پنجاب کی لوک کہانیاں د۔ جاپانی لوک کی کہانیاں

۲۔ چغل خور کہاں رہتا تھا؟

الف۔ گاؤں میں ب۔ قصبے میں ج۔ شہر میں د۔ بیرونِ ملک

۳۔ اپنے گاؤں کو چھوڑ کر چغل خور کہاں پہنچا؟

الف۔ دوسرے گاؤں میں ب۔ دوسرے شہر ج۔ بڑے قصبے میں د۔ دبئی

۴۔ چغل خور کون سا کام جانتا تھا؟

الف۔ لکڑی کا ب۔ معماری کا ج۔ لوہے کا د۔ کھیتی باڑی کا

۵۔ چغل خور نے روٹی کپڑے کے علاوہ تنخواہ کے بجائے کیا رعایت مانگی؟

الف۔ چھے ماہ بعد ایک چغلی کھانے کی ب۔ ہر عید پر دس چھٹیاں

ج۔ ایک سو روپے د۔ دو سو روپے نقد اور ایک چغلی

۶۔ چغل خور نے کیا بتایا کہ کوڑھی کا جسم کیسا ہو جاتا ہے؟

الف۔ نمکین ب۔ میٹھا ج۔ کھٹا د۔ کڑوا

۷۔ چغل خور اس لیے نہیں مانتا کہ وہ چغل خور ہے کہ:

الف۔ اسے ملازمت نہیں ملتی ب۔ وہ اسے جھوٹ سمجھتا ہے

ج۔ کسان کے بھائیوں اور سالوں سے ڈرتا ہے د۔ اسے اپنی بے عزتی سمجھتا ہے

۸۔ چغل خور کو چغل خور کہیں تو وہ:

الف۔ لڑ پڑتا ہے ب۔ بھاگ جاتا ہے ج۔ ناراض ہو جاتا ہے د۔ شرمسار ہو جاتا ہے

۹۔ سبق "نام دیو مالی" کس کتاب سے لیا گیا ہے؟
الف۔ چند ہم عصر ب۔ مقدمات عبدالحق ج۔ خطبات عبدالحق د۔ بزم خوش نفساں

۱۰۔ مقبرہ رابعہ دورانی کہاں واقع ہے؟
الف دلی میں ب۔ اورنگ آباد میں ج۔ حیدر آباد د۔ الہ آباد

۱۱۔ نظم "فاطمہ بنت عبداللہ" کس شاعر کی تخلیق ہے؟
الف۔ علامہ محمد اقبال ب۔ حفیظ جالندھری ج۔ ظفر علی خاں د۔ احسان دانش

۱۲۔ شاعر نے کس چیز کو راہنما ٹھہرایا ہے؟
الف۔ وصل محبوب ب۔ محبوب کی تمنا ج۔ واعظ کی نصیحت د۔ غم روزگار

۱۳۔ "پانی برف کی طرح ٹھنڈا ہے۔" مثال ہے:
الف۔ تشبیہ ب۔ مجاز مرسل ج۔ استعارہ د۔ کنایہ

۱۴۔ مطلع غزل کے علاوہ کس صنف شاعری میں آتا ہے؟
الف۔ قصیدہ ب۔ مرثیہ ج۔ گیت د۔ مثنوی

۱۵۔ جملہ فعلیہ میں فعل ہوتا ہے:
الف۔ امدادی فعل ب۔ فعل تام ج۔ فعل ناقص د۔ فعل معاون

وقت: 2:40 گھنٹے کل نمبر: 60

نوٹ: حصہ دوم اور سوم 02 صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان سوالات کے جوابات علیحدہ سے مہیا کی گئی جوابی کاپی پر دیں۔ ایکسٹرا شیٹ طلب کرنے پر مہیا کی جائے گی۔ آپ کے جوابات صاف اور واضح ہونے چاہئیں۔

حصہ دوم (کل نمبر ۳۰)

سوال نمبر2: دیئے گئے ہر حصے میں دی گئی ہدایات کے مطابق شامل نصاب کتاب کی روشنی میں تین سے پانچ سطروں تک محدود جوابات لکھیں۔

الف: حصہ نثر

کوئی سے چھ اجزا کے جوابات دیں۔ $(6 \times 2=12)$

i. قلی نے لڑکی کو پلیٹ فارم پر بیٹھ جانے کے لیے کہا تو اس پر لڑکی نے کس رویے کا اظہار کیا؟

ii. لڑکی سفر کیوں کر رہی تھی؟

iv. لڑکی سٹیشن پہنچی تو اس نے سب سے پہلے کیا دیکھا؟

v. لڑکی جس ڈبے میں سوار ہوئی، اس کا ماحول کیسا تھا؟

vi. لڑکی نے قلی سے غصے سے چلا کر کیا کہا؟ (بحوالہ سبق "مجمع")

vii. زندگی میں جب ملمع کاری کھل جائے تو انسان کو کیا نقصان اٹھانا پڑتا ہے؟ (بحوالہ سبق "مجمع")

ب: حصہ شعر

کوئی سے چھ اجزا کے جوابات دیں۔ (6 × 2=12)

i. اُجالے اندھیرے اور خشک و تر کس کے مظاہر ہیں؟ (بحوالہ نظم "حمد")

ii. انسان کو انسان کا عرفان ہونے سے کیا مراد ہے؟ (بحوالہ نظم "نعت")

iii. شاعر کے بیان کے مطابق دریائے فرات کے پانی پر دھوپ کا کیا اثر ہوا؟ (بحوالہ نظم "میدان کربلا میں گرمی کی شدت")

iv. فاطمہ کو "راکھ میں دبی ہوئی چنگاری" کیوں کہا گیا ہے؟ (بحوالہ نظم "فاطمہ بنت عبد اللہ")

v. شاعر کے نزدیک حضور ﷺ کا پیغام کیا ہے؟ (بحوالہ نظم "نعت")

vi. شاعر کے ہاں معصیت کے "راحت فزا" ہونے کی وجہ کیا ہے؟ (بحوالہ غزل "حسرت موہانی")

vii. پھولوں کا رنگ نفس سے ملنے کا مفہوم واضح کیجیے۔ (بحوالہ غزل "جگر مراد آبادی")

ج: حصہ قواعد

کوئی سے تین اجزا کو حل کریں۔ (3 × 2 = 6)

i. "ماں کہتی ہے میرا چاند آیا"۔ اس جملے میں ارکانِ استعارہ کی نشاندہی کریں۔

ii. مندرجہ ذیل تراکیب کا مفہوم واضح کریں: راحت فزا ، بارگاہِ عطا

iii. اشعار میں صنعتِ تکرار سے کیا مراد ہے؟ شعری مثال سے واضح کریں۔

iv. "ماں جی نے کھانا پکایا" ترکیب نحوی کیجیے۔

حصہ سوم (کل نمبر ۳۰)

سوال نمبر ۳: مصنف اور سبق کا حوالہ دیتے ہوئے کسی ایک نثر پارے کی تشریح کریں۔ (1/2+1/2+4= 5)

الف۔ ارے قلی تم مجھے یہاں کیوں لائے؟ وہ پوری طاقت سے چلائی اور قلی کو لے کر کسی طرح اس ہجوم سے نکل کر دوبارہ پلیٹ فارم کی پیمائش کرنے لگی۔ اس کی نگا

ب۔ لڑکی کا قلی دروازے پر اڑے ہوئے مردوں کے درمیان سے نکل کر ڈبے میں داخل ہونے کی فکر کر رہا تھا کہ پیچھے سے عورتوں اور مردوں کی ایک ٹولی اس بھرے ہوئے ڈبے پر حملہ آور ہوئی اور لڑکی بے چاری پھنس کر رہ گئی۔ اس ٹولی کی ایک عورت نے اپنا چاندی کی چوڑیوں میں پھنسا ہوا ہاتھ برقعے کی گودڑی سے نکالا اور لڑکی کو راستے میں حائل دیکھ کر دھکا دے دیا۔ لڑکی ایک جھکولا کھا کر سنبھل گئی۔ اس کا دل بے ساختہ چاہا کہ وہ اس عورت کا جھالروں سے مزین برقع نوچ کر بھاگ جائے یا پھر اسے ریل کے نیچے دھکا دے دے لیکن سامنے جو دیکھا تو وہی نوجوان کھڑا مسکرا رہا تھا۔

سوال نمبر ۴: شاعر اور نظم کا حوالہ دیتے ہوئے کسی ایک نظم پارے کی تشریح کریں۔ (1/2+1/2+4= 5)

الف۔
زمیں پر جلوہ آرا ہیں مظاہر اس کی قدرت کے
بچھائے ہیں اسی داتا نے دستر خوان نعمت کے
یہ سرد و گرم، خشک و تر، اُجالا اور تاریکی
نظر آتی ہے سب میں شان اسی کی ذاتِ باری کی

ب۔
اصول محبت ہے، پیغام جس کا
وہ محبوبِ پروردگار آگیا ہے
اب انساں کو انساں کا عرفان ہو گا
یقیں ہو گیا، اعتبار آگیا ہے

سوال نمبر ۵: شاعر کا حوالہ دیتے ہوئے مندرجہ ذیل میں سے کوئی سے دو اشعار کی تشریح کریں: (1/2+1/2+2+2= 5)

الف۔ سلسلہ فتنۂ قیامت کا — تیری خوش قامتی سے ملتا ہے

ب۔ ترے زندہ دلانِ محبت کی حالت — ترے شوق میں کیا سے کیا ہو گئی ہے

ج۔ مل کر بھی جو کبھی نہیں ملتا — ٹوٹ کر دل، اسی سے ملتا ہے

سوال نمبر ۶: "بدنیتی کا انجام" کے موضوع پر کہانی تحریر کریں۔ (5)

سوال نمبر ۷: دیے گئے اشارات کی مدد سے کسی ایک موضوع پر ڈھائی سو سے تین سو الفاظ مشتمل ایک مضمون لکھیں: (10)

الف۔ یوم آزادی / جشنِ آزادی

خاکہ:
i۔ 14 اگست۔ قیام پاکستان کی کہانی
ii۔ علامہ اقبال کا تصورِ پاکستان
iii۔ قائداعظم کا پاکستان حاصل کرنا
iv۔ آزاد ملک کا قیام
v۔ یوم آزادی کی خوشیاں منانا

ب۔ محنت کی برکتیں / محنت کی عظمت

خاکہ:
i۔ محنت سے کمانے والا اللہ کا دوست
ii۔ حضور ﷺ کی پوری زندگی دین کی محنت و مشقت کی نذر
iii۔ محنت کے بل بوتے پر عظمت و عزت اور ناموری حاصل کرنا
iv۔ آرام طلب قوموں کا صفحۂ ہستی سے مٹنا
v۔ محنت نہ کرنے والے طلبا کا فیل ہونا

حل گیس پیپر اینڈ ماڈل پیپر #3 (Reduced Syllabus)

جوابات حصہ معروضی

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
الف	الف	الف	د	الف	الف	ج	ج
۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	
الف	ب	الف	ب	الف	الف	ب	

حصہ دوم (کل نمبر ۳۰)

سوال نمبر2: دیے گئے ہر حصے میں دی گئی ہدایات کے مطابق شامل نصاب کتاب کی روشنی میں تین سے پانچ سطروں تک محدود جوابات لکھیں۔

الف: حصہ نثر

کوئی سے چھ اجزا کے جوابات دیں۔ (6 × 2=12)

i. قلی نے لڑکی کو پلیٹ فارم پر بیٹھ جانے کے لیے کہا تو اس پر لڑکی نے کس رویے کا اظہار کیا؟

جواب: قلی نے لڑکی کو پلیٹ فارم پر بیٹھ جانے کے لیے کہا تو اسے یوں لگا جیسے کہ غریب قلی کی نظر میں اس کے ریشمی برقعے، خوبصورت چہرے اور نفیس سامان کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔ اس لیے اس نے کسی قدر غصے سے کہا کہ میں یہاں نہیں بیٹھوں گی۔

ii. لڑکی سفر کیوں کر رہی تھی؟

جواب: لڑکی کا چچا بیمار تھا۔ وہ اپنے بیمار چچا کی عیادت کے لیے سفر کر رہی تھی۔

iii. گھر والوں نے طفیل کو ساتھ لے جانے کا مشورہ دیا تو اس پر لڑکی نے کیا جواب دیا؟

جواب: گھر والوں نے طفیل کو ساتھ لے جانے کا مشورہ دیا تو لڑکی نے کہا میں کیا کوئی لڈو پیڑا ہوں جو کوئی کھالے گا اور طفیل کو دیکھ کر ڈر کے مارے اگل دے گا۔

iv. لڑکی سٹیشن پہنچی تو اس نے سب سے پہلے کیا دیکھا؟

جواب: لڑکی سٹیشن پہنچی تو اس نے دیکھا کہ زمین اور بنچوں پر سینکڑوں آدمی لاشوں کی طرح پڑے سو رہے تھے۔ جیسے ان کو سفر کرنا ہی نہ تھا۔

v. لڑکی جس ڈبے میں سوار ہوئی، اس کا ماحول کیسا تھا؟

جواب: لڑکی جس ڈبے میں سوار ہوئی، اس میں دو سیٹوں پر دو عورتیں رنگین لحافوں میں لپٹی ہوئی تھیں اور ان کے ارد گرد بھاری بکس اور بڑی پوٹلیاں اس طرح پھیلی ہوئی تھیں کہ

vi. لڑکی نے قلی سے غصے سے چلا کر کیا کہا؟ (بحوالہ سبق "ملمع")

جواب: لڑکی نے کہا ارے قلی تم مجھے یہاں کیوں لائے؟ وہ پوری طاقت سے چلائی اور قلی کو لے کر کسی طرح اس ہجوم سے نکل کر دوبارہ پلیٹ فارم کی پیمائش کرنے لگی۔

vii. زندگی میں جب ملمع کاری کھل جائے تو انسان کو کیا نقصان اُٹھانا پڑتا ہے؟ (بحوالہ سبق "ملمع")

جواب: زندگی میں مصنوعی پن کی بجائے ہمیشہ حقیقت پسندانہ رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ دکھاوا اور ملمع کاری جب کھل جاتے ہیں تو انسان کے پاس سوائے شرمندگی کے کچھ نہیں ہوتا۔

ب: حصہ شعر

کوئی سے چھ اجزا کے جوابات دیں۔ (6 × 2=12)

i. اُجالے اندھیرے اور خشک و تر کس کے مظاہر ہیں؟ (بحوالہ نظم "حمد")

جواب: اُجالے اندھیرے اور خشک و تر اللہ تعالیٰ کے مظاہر کے نمونے ہیں۔

ii. انسان کو انسان کا عرفان ہونے سے کیا مراد ہے؟ (بحوالہ نظم "نعت")

جواب: عرفان کا مطلب ہے۔ معرفت الٰہی۔ خدا کو پہچاننا۔ انسان کو انسان کا عرفان ہونے سے مراد ہے کہ ہر ایک انسان کا دوسرے انسان کو پہچاننا اور اپنے فرائض سے آگاہ ہونا۔ انسان کا یہ پہچاننا کہ اس کی تخلیق کا مقصد کیا ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے انسان کو اس بات سے روشناس کروایا کہ خدا ایک ہے۔ صرف اللہ کی عبادت کرو۔

iii. شاعر کے بیان کے مطابق دریائے فرات کے پانی پر دھوپ کا کیا اثر ہوا؟ (بحوالہ نظم "میدان کربلا میں گرمی کی شدت")

جواب: شاعر کے بیان کے مطابق دریائے فرات کا پانی گرمی اور دھوپ کی شدت سے کھول رہا تھا۔

iv. فاطمہ کو "راکھ میں دبی ہوئی چنگاری" کیوں کہا گیا ہے؟ (بحوالہ نظم "فاطمہ بنت عبداللہ")

جواب: شاعر نے فاطمہ کو دبی ہوئی چنگاری سے اس لیے تشبیہ دی ہے کہ شاعر کے خیال میں مسلمانوں کا جذبۂ جہاد بالکل ماند پڑ چکا تھا ایسے حالات میں فاطمہ بنت عبداللہ نے مجاہدین کو پانی پلاتے ہوئے جام شہادت نوش کر کے مسلمانوں کے سوئے ہوئے جذبات کو جگا دیا بالکل ایسے ہی جیسے راکھ میں دبی ہوئی چنگاری آگ جلانے کا سبب بن جاتی ہے۔ اسی طرح فاطمہ کے جذبے نے بے جان مسلمان قوم میں ایمان اور آزادی کی ایک نئی روح پھونک دی۔

v. شاعر کے نزدیک حضور ﷺ کا پیغام کیا ہے؟ (بحوالہ نظم "نعت")

جواب: شاعر کے نزدیک حضور ﷺ کا پیغام "اصول محبت" ہے۔ یعنی سرکارِ دوعالم نے محبت، اخوت اور بھائی چارے کا پیغام دیا جس سے معاشرتی نفرت و عداوت کا خاتمہ ہوا۔

vi. شاعر کے ہاں مصیبت کے "راحت فزا" ہونے کی وجہ کیا ہے؟ (بحوالہ غزل "حسرت موہانی")

جواب: شاعر کو عشق کی تڑپ کی مصیبت نے رہنمائی فراہم کی اور اسے صراطِ مستقیم مل گیا۔ شاعر کا عشق مجازی سے عشق حقیقی کی طرف راغب ہونا اس کی مصیبت کو راحت میں بدلنے کے مترادف ہے۔ شاعر کے ہاں مصیبت کے "راحت فزا" ہونے کی وجہ یہ ہے کہ رضائے الٰہی اور خوشنودی الٰہی کی خواہش، آرزو اور تمنا اس کی رہنما ہو گئی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبت

vii. پھولوں کا رنگ ہنسی سے ملنے کا مفہوم واضح کیجیے۔ (بحوالہ غزل "جگر مراد آبادی")

جواب: پھولوں کے مختلف رنگ عجب بہار دکھاتے ہیں اور جب شاعر کا محبوب ہنستا ہے تو شاعر کے دل پر بھی بہار آ جاتی ہے۔ یوں شاعر کو پھولوں کا رنگ محبوب کی ہنسی سے ملتا جلتا لگتا ہے۔

ج: حصہ قواعد

کوئی سے تین اجزا کو حل کریں۔ $(3 \times 2 = 6)$

i. "ماں کہتی ہے میرا چاند آیا"۔ اس جملے میں ارکانِ استعارہ کی نشاندہی کریں۔

جواب: مستعار لہ: بیٹا   مستعار منہ: چاند   وجہ جامع: حسن/خوبصورتی

ii. مندرجہ ذیل تراکیب کا مفہوم واضح کریں: راحت فزا ، بارگاہِ عطا

جواب: راحت فزا: خوشی یا تسکین کو دوبالا کرنا/زیادہ کرنا/بڑھانا

بارگاہِ عطا: اللہ کا دربار عطاو/عنایت کرنے والی بارگاہ

iii. اشعار میں صنعتِ تکرار سے کیا مراد ہے؟ شعری مثال سے واضح کریں۔

جواب: شعر یا مصرعے میں کوئی لفظ یا جملہ دو یا دو سے زیادہ خوبصورتی کے ساتھ دہرانا۔

مثال: مہکی مہکی، روشن روشن، پیاری پیاری نیاری   رنگ برنگے پھولوں سے اک سجی ہوئی پھلواری

iv. "ماں جی نے کھانا پکایا" ترکیب نحوی کیجیے۔

جواب:

ماں جی	فاعل/مسند الیہ	
نے	علامت فاعل/حرف فاعل	(یہ جملہ فعلیہ ہے)
کھانا	مفعول	
پکایا	فعل/مسند	

حصہ سوم (کل نمبر ۳۰)

سوال نمبر ۳: مصنف اور سبق کا حوالہ دیتے ہوئے کسی ایک نثر پارے کی تشریح کریں۔ $(1/2+1/2+4=5)$

الف۔ جواب: سبق کا عنوان: ملمع   مصنف کا نام: ہاجرہ مسرور

حل لغت: قلی: سامان اٹھانے والا - پلیٹ فارم: ریل گاڑی کے ٹھہرنے کی جگہ   میلے کچیلے: گندے

فقرہ: مذاق اڑانا   بلا مقصد: بغیر مقصد کے   حمارت: کھائی

سیاق وسباق: شامل نصاب سبق "ملمع" بھی ہاجرہ مسرور کے افسانوں کے مجموعے "سب افسانے میرے" سے لیا گیا ہے۔ اس سبق میں انھوں نے زندگی میں مصنوعی پن کی بجائے حقیقت پسندانہ رویہ اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے۔

تشریح: لڑکی نے قلی سے غصے سے چلا کر کہا تم مجھے یہاں کیوں لائے؟ وہ قلی کو رش سے نکال کر دوبارہ پلیٹ فارم پر گھومنے لگی۔ اس کی نظروں کے سامنے کئی سوگندے برُ نتے غباروں کی مانند اِدھر اُدھر اُڑ رہے تھے۔ ایسے میں اسے خیال آیا کہ کاش اُسے بھی ایک ایسا ہی برقع اوڑھنے کے لیے مل جاتا تاکہ کوئی اس پر نظر اٹھا کر نہ دیکھتا۔ کسی بھی مسکرانے والا نہ ہوتا۔ لڑکی کے دل کے کسی کنارے میں یہ آرزو مچلنے لگی۔ لڑکی اِدھر اُدھر بغیر کسی مقصد کے درجنوں پر لکھی ہوئی تحریر پڑھنے لگی۔

ب۔ جواب: سبق کا عنوان: ملمع مصنف کا نام: ہاجرہ مسرور

حل لغت: ٹولی: گروہ گودڑی: فقیروں کا جبّہ (لباس) جس میں بہت سے پیوند لگے ہوتے ہیں

جھکولا کھا کر: غوطہ کھا کر، چکرا کر بے ساختہ: اچانک جھالروں: حاشیہ کاری، گوٹا کناری

سیاق وسباق: شامل نصاب سبق "ملمع" بھی ہاجرہ مسرور کے افسانوں کے مجموعے "سب افسانے میرے" سے لیا گیا ہے۔ اس سبق میں انھوں نے زندگی میں مصنوعی پن کی بجائے حقیقت پسندانہ رویہ اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے۔

تشریح: لڑکی کا قلی دروازے میں پھنسے ہوئے مردوں کے درمیان سے نکل کر ڈبے میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا تھا کہ پیچھے سے عورتوں اور مردوں کا ایک گروہ اس بھرے ہوئے ڈبے پر چڑھا جس کی وجہ سے لڑکی بے چاری ان کے درمیان پھنس کر رہ گئی۔ اس گروہ کی ایک عورت نے اپنا چاندی کی چوڑیوں میں پھنسا ہوا ہاتھ پیوند لگے ہوئے برقعے سے نکالا اور لڑکی کو راستے میں رکاوٹ سمجھ کر دھکا دے دیا۔ لڑکی ایک جھٹکا کھا کر سنبھل گئی۔ لڑکی کا دل ایک دم چاہا کہ وہ اس عورت کا حاشیہ کاری سے سجا ہوا برقع چھین کر بھاگ جائے یا پھر اسے ریل کے نیچے پھینک دے لیکن سامنے جو دیکھا تو وہی پلیٹ فارم والا نوجوان کھڑا ہنس رہا تھا۔

سوال نمبر ۲: شاعر اور نظم کا حوالہ دیتے ہوئے کسی ایک نظم پارے کی تشریح کریں۔ (1/2+1/2+4= 5)

الف۔ جواب: نظم کا عنوان: حمد شاعر کا نام: حفیظ جالندھری

تشریح: اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظاہر زمین پر پوری آب وتاب سے جلوہ گر ہیں۔ مخلوقات کے لیے اس داتا کے بچھائے ہوئے دستر خوان، اس کی نعمتوں کا مظہر ہیں۔ زمین کی گہرائی، پہاڑوں کی بلندی، میدانوں کی ہریالی، وادیوں کی خوشحالی، صحراؤں کی وسعت، فضاؤں کی نزہت، سبزے کی طراوت، پھولوں کی نزاکت، پرندوں کی چہچہاہٹ، فضاؤں کی سرسراہٹ اسی کی قدرت بے مثال کے نادر نمونے ہیں۔ "واللہ خیر الرازقین" نے انسان وحیوان، چرند وپرند، یہاں تک کہ حشرات الارض کے رزق کا انتظام بھی کر رکھا ہے۔ تمام مخلوقات کے لیے زمین پر رزق کی انواع واقسام کے دستر خوان بچھا رکھے ہیں۔ کائنات میں جو نظم وضبط نظر آتا ہے وہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ کوئی بہت بڑی طاقت ہے۔ جو کائنات کو اتنے نظم وضبط سے چلا رہی ہے۔ سردی، گرمی، موسموں کا وقت پر آنا اور جانا۔ سورج، چاند، ستاروں کا اپنے وقت پر طلوع وغروب ہونا یہ سب کسی بہت بڑی طاقت کا پتہ دیتے ہیں۔ روشنی، اُجالا اور تاریکی یہ سب کیا بتا رہے ہیں کہ کائنات میں اللہ واحد کی ذات کار فرما ہے۔ کیا کائنات میں موجود کسی انسان یا کسی دوسری مخلوق میں اتنی صلاحیت ہے کہ جو یہ سب کر سکے۔ کائنات کی ہر شے پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ کوئی بہت بڑی طاقت ہے جو وسیع اختیارات کی مالک ہے۔ جو ہر شے پر چھائی ہوئی ہے۔ رات میں سے دن کا نکلنا اور دن سے رات کا نکلنا یہ سب اللہ کی شان ہے۔

ب۔ جواب: نظم کا عنوان: نعت شاعر کا نام: احسان دانش

تشریح: وہ مقدس و بابرکت ہستی جس نے فسق و فجور میں پڑے ہوئے انسانوں کو محبت و شفقت کا درس دیا، آپس میں بٹے ہوئے گروہوں کو اخوت و بھائی چارے کا پیغام دیا۔ صدیوں سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسوں کو باہم شیر و شکر کر دیا، وحشت و بربریت کو امن و سلامتی کے آفاقی درس سے ختم کر دیا۔ حبیب پروردگار، محبوب خدا ﷺ نے محبت، اخوت، شفقت سے ظلم و ستم اور فسق و فجور کے شکار انسانوں کو امان عطا کی۔ جانی دشمن ایک دوسرے کی امان کے محافظ ہو گئے۔ صدیوں کی دشمنیاں اور نفرتیں محبتوں میں بدل گئیں۔ شاعر کہتا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان مجھے پہچانے اور اپنی تخلیق کے مقصد پر بھی غور کرے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی بنا کر بھیجا اور انسانوں کی ہدایت و راہنمائی کے لیے قرآن مجید نازل کیا۔ نبی پاک ﷺ قرآن مجید کی عملی تفسیر ہیں۔ اب انسان یہ پہچانے گا کہ انسان کیا ہے اور اس کی تخلیق کیوں ہوئی ہے؟ انسان کی تخلیق کا کیا مقصد ہے۔ حضرت محمد ﷺ انسان کامل ہیں۔ آپ ﷺ کی تعلیمات سے انسان اپنے مرتبے کو پہچان رہا ہے۔ انسان کو صرف اللہ کی عبادت کرنی چاہیے۔ حضرت محمد ﷺ نے تمام انسانوں کو ان کے صحیح مقام سے روشناس کرایا۔

سوال نمبر ۵: شاعر کا حوالہ دیتے ہوئے مندرجہ ذیل میں سے کوئی سے دو اشعار کی تشریح کریں: (1/2+1/2+2+2= 5)

الف۔ سلسلہ، فتنۂ قیامت کا   تیری خوش قامتی سے ملتا ہے

جواب: شاعر کا نام: جگر مراد آبادی

تشریح: غزل کے اس شعر میں شاعر اپنے محبوب سے محبت کا ایک خوبصورت انداز بیان کرتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ اگر میرا محبوب میرے پاس ہے تو مجھے پھر زندگی کی کسی تکلیف اور دکھ کی پروا نہیں ہوتی۔ یعنی جب میرے دل کو اپنے محبوب کی قربت کا قرار اور سکون حاصل ہو جائے تو پھر دنیا کا کوئی دکھ میرے لیے دکھ نہیں رہتا۔ شاعر محبوب کے لیے قد کی تعریف میں کہتا ہے کہ تیرا لمبا قد میرے دل کو بہت بھاتا ہے۔ میرے محبوب کا لمبا قد میرے دل پر قیامت ڈھاتا ہے۔ اس کے سرو قد کی وجہ سے دل پر جو قیامت آئی ہے وہ الگ میرے لیے مصیبت کا باعث ہے۔

ب۔ ترے رُتبہ دانِ محبت کی حالت   ترے شوق میں کیا سے کیا ہو گئی ہے

جواب: شاعر کا نام: حسرت موہانی

تشریح: اس شعر میں شاعر کہتا ہے کہ جب عاشق اللہ تعالیٰ رضا کے لیے خاطر عشق و محبت کی منازل طے کرتا جاتا ہے تو وہ اپنی ظاہری حالت و کیفیت سے بے پروا اور غافل ہو جاتا ہے۔ نہ دولت کی آرزو رہتی ہے اور نہ شہرت کی تمنا۔ وہ تو بس عشق الٰہی میں ڈوبا رہتا ہے۔ اُسے اپنے کپڑوں اور ظاہری حالت کا ہوش نہیں رہتا۔

اس شعر میں ہی شاعر اپنی ظاہری حالت کی تبدیلی کا ذکر کر رہا ہے۔ عشق کا جام پینے سے پہلے وہ ظاہری نمود و نمائش اور دنیاوی کو بہت اہمیت دیتا تھا لیکن خالق حقیقی سے عشق نے اسے دنیا کی طرف سے بیگانہ کر دیا ہے۔ اللہ جسے عشق کا شرف بخش دے سمجھو تو دنیا ہی بدل جاتی ہے۔

ج۔ مل کر بھی جو کبھی نہیں ملتا   ٹوٹ کر دل، اسی سے ملتا ہے

جواب: شاعر کا نام: جگر مراد آبادی

تشریح: شاعر سے اس کا محبوب بے رُخی سے ملتا ہے۔ مگر شاعر کو صرف اسی سے ملنے کی چاہ ہوتی ہے وہ صرف اسی سے ملنا چاہتا ہے۔ شاعر کا محبوب شاعر سے دور دور رہتا

اسے اپنے ساتھ ملانا چاہتا ہوں۔ مگر وہ میرا ساتھ نہیں دیتا۔ اس کی لاپروائی اور بے پروائی سے میرا دل ٹوٹتا ہے مگر یہ میری محبت ہے کہ دل پھر بھی اسی سے ملتا ہے۔ اس لیے دل یہی چاہتا ہے میں ہر پل اسی کے ساتھ رہوں۔

سوال نمبر ۶: "بدنیتی کا انجام" کے موضوع پر کہانی تحریر کریں۔ (5)

جواب:

بدنیتی کا انجام

ایک گوالا تھا جو ایک پہاڑ کے دامن میں رہتا تھا۔ وہاں اپنی گائیں بھی رکھتا تھا۔ دن بھر گائیں ادھر ادھر گھاس چرتی رہتیں۔ شام سے ذرا پہلے دودھ دوہتا اور اس میں بہت سا پانی ملا دیتا۔ قریب ہی ایک قصبہ تھا۔ شام کے اندھیرے میں دودھ لیے آتا اور خالص دودھ کی صدا لگا کر بیچ دیتا۔ ضرورت کی چیزیں خریدتا اور واپس اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاتا۔ دودھ کے گاہک اکثر شکایت کرتے کہ دودھ پتلا ہے، اس میں پانی نہ ملایا کرو۔ مگر گوالا تھا کہ اس کان سنتا، اس کان اڑا دیتا اور کہتا تو یہی کہتا کہ دودھ خشک تو ہو جاتی نہیں۔ دودھ میں پانی کی ملاوٹ قدرتی امر ہے۔ میں پانی ملانے والا کون ہوں۔ اسی طرح ایک عرصہ گزر گیا۔ گوالے کے پاس بہت سارا پیسہ جمع ہو گیا اور اسے اپنی دولت مندی کا احساس ہونے لگا۔ اب وہ تن کر چلتا اور اینٹھتا اینٹھتا پھرتا۔ کسی کی شکایت پر کان نہ دھرتا۔ لالچ بڑھتا گیا اور وہ دودھ میں پہلے سے زیادہ پانی ملانے لگا۔

ایک دن کیا ایک سیاہ گھٹا اٹھی، بڑھی پھیلی اور آسمان پر چھا گئی۔ سورج کو اپنی لپیٹ میں لیا اور ہر طرف تاریک شامیانہ تن دیا۔ گوالا بہت خوش ہوا کہ اب مینہ برسے گا، گھاس بڑھے گی۔ گائیں کھائیں گی اور زیادہ دودھ دیں گی۔ بس وارے نیارے ہو جائیں گے۔ بادل گرجا، بجلی چمکی، بوندیں ٹپکیں اور موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ اولے پڑنے لگے۔ اور ہر طرف پانی ہی پانی ہو گیا۔ پہاڑوں سے پانی کا سیلاب اترا اور اس شدت سے بڑھا کہ گوالے کی ساری گائیں اور جو کچھ گھر میں جمع تھا، بہا کر لے گیا۔ اب گوالے کے پاس نہ گائیں تھیں، نہ نقدی، پریشان تھا اور گھبراہٹ میں ہر شخص سے کہتا کہ میں نے ایسا سیلاب نہ کبھی دیکھا تھا نہ سنا تھا۔ معلوم نہیں اتنا پانی کہاں سے آ گیا؟

ایک عقلمند نے سنا تو کہا "یہ وہی پانی ہے جو تم دودھ میں ملایا کرتے تھے۔ خدا نے اسی پانی کو سیلاب بنایا اور تمھیں بے ایمانی اور بدنیتی کی سزا دی۔"

سوال نمبر ۷: دیے گئے اشارات کی مدد سے کسی ایک موضوع پر ڈھائی سو سے تین سو الفاظ مشتمل ایک مضمون لکھیں: (10)

الف۔ یوم آزادی / جشن آزادی

جواب:

یوم آزادی / جشن آزادی

14 اگست آیا، سال بھر کے انتظار نے رنگ دکھایا۔ شہر شہر، گاؤں گاؤں، محلہ محلہ، گلی گلی، مسرت و شادمانی کے نغموں سے بھر گئی۔ جلسے منعقد ہوئے، تقریریں ہوئیں، زندہ باد کے نعرے گونجے، جلوس نکلے، ہاتھی گھوڑے، اونٹ، بیل، جلسوں کی زینت بنے۔ ہر چھوٹا بڑا، مرد و عورت، بچہ بوڑھا مسرور ہے، شاداں ہے اور خوش ہے۔ ایک نئے ولولے سے اکڑ پھول رہا ہے۔ قیام پاکستان کی کہانی رقم کی جا رہی ہے۔ اس سلسلے میں بعض دل خراش واقعات نے ایک نئی سوچ اور زندہ رہنے کا ایک نیا راستہ دکھایا ہے۔

برصغیر پر انگریز کی حکومت تھی اور یہ حکومت اس نے مسلمانوں سے چھینی تھی۔ اس لیے وہ مسلمانوں کو اپنا دشمن سمجھتا تھا اور انھیں ذلیل و رسوا کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا۔ اس کے ساتھ ہندو خوشامدی بھی انگریز کے دل میں مسلم دشمنی کے جذبات کو ہوا دے رہا تھا۔ نتیجہ ظاہر تھا کہ مسلمان ان دو پاٹوں کے درمیان پس رہے تھے۔ انگریز کا حکومت پر قبضہ تھا تو ہندو کا دفاتر پر۔ وہ کسی مسلمان کو افسری تک پہنچنے ہی نہ دیتے تھے۔ اس لیے مسلمان دفاتر میں چپڑاسی یا چوکیداری کر کے اپنا پیٹ پالتے تھے۔ دراصل ہندو کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد پورے برصغیر کا حاکم بنے اور مسلمانوں کو اس طرح ختم کر دے کہ اسلام کا نام ہی ختم ہو جائے اور کے ساتھ ہی انھیں شودر بنا کر ان کے کردار کو مسخ کر دے۔

انگریز اور ہندو کے گٹھ جوڑ سے مسلمانوں کی حالت بہت قابل رحم ہو چکی تھی۔ مسلمان اکابر بھی ان حالات مذکورہ سے غافل نہ تھے۔ آخر انھوں نے 1906ء میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی جو ہندو تنظیم کانگرس کے متوازی تھی۔ مگر کانگرس سارے ملک میں پھیلی ہوئی تھی۔ ہندو سو سو طرح سے اس کے لیے کوشاں تھے۔ 1930ء میں مسلم لیگ کا ایک بھاری

اس لئے بہتر یہ ہے کہ وہ صوبے جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہ ایک اسلامی ریاست کے طور پر مسلمانوں کے حوالے کئے جائیں اور جن صوبوں میں ہندوؤں کی اکثریت ہے وہاں ہندو حکومت کریں۔

علامہ اقبالؒ کے اس اعلان پر ہندو بہت بگڑے اور اسے شاعر کا خواب کہہ کر ہنسی اڑاتے رہے۔ قائداعظمؒ مسلم لیگ کو منظم کرتے رہے اور آخر 1940ء میں مسلم لیگ نے اس تجویز پر صاد کیا۔ اور "لے کے رہیں گے پاکستان" کے نعرے ہر طرف گونجنے لگے۔

ہندو بھناگیا اور اس نے اپنی اکثریت کے علاقوں میں مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ مگر اس سے مسلمانوں کا جوش اور بڑھا اور وہ دشمنوں کے سامنے خم ٹھونک کر کھڑے ہو گئے۔ اب انگریز اور ہندو نے مجبور ہو کر پاکستان کے قیام کو منظور کیا۔ اس روز جب کہ پاکستان کے قیام کا اعلان ہوا۔ 14 اگست کا مبارک دن تھا۔

زندہ قومیں ایسے ہی قومی دن کو بڑی شان سے مناتی ہیں۔ ہم مسلمان بھی خوشی مناتے ہیں کہ ہمیں چھنی ہوئی آزادی ملی اور پاکستان کی سلطنت وجود میں آئی۔

پاکستان پائندہ باد قائداعظمؒ زندہ باد

ب۔ محنت کی برکتیں / محنت کی عظمت

جواب:

محنت کی برکتیں / محنت کی عظمت

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہ (محنت سے کمانے والا اللہ کا دوست ہے)

یوں محسوس کیا ہے کہ جس نے اس پر عمل کیا وہ کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ آنحضرت ﷺ کی زندگی دنیا کے سامنے ہے کہ پوری زندگی دین کی محنت و مشقت کی نذر ہو گئی جب جا کے آپ ﷺ قوم کی اصلاح کا مقصد حاصل کر سکے۔

دراصل دنیا ایک عمل گاہ ہے جہاں انسان کا ایک ایک منٹ قدرت کے زیر نظر ہے اور وہ دیکھتی رہتی ہے کہ انسان نے کیا سیکھا اور کیا فراموش کیا۔

دنیا میں جتنے اشخاص بلندی پر پہنچے، وہ اپنی محنت اور بے شمار سختیاں جھیل کر اس قابل ہوئے کہ عظمت و عزت اور ناموری کے پرچم کو چھو سکیں۔ محنت کے بغیر کسی کو عزت ملی نہ مرتبہ بلکہ پیٹ بھرنے کے لئے روٹی کا لقمہ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ ذرا اس کٹھن سفر کا اندازہ کیجیے جو گندم کے ایک دانے کو انسان کی خوراک بننے کے لئے موسم کی سختیوں کے ساتھ طے کرنا پڑا اور وہ اس قابل ہوا کہ انسان کی خوراک بنے۔ مولانا الطاف حسین حالی نے کہا ہے۔

مشقت کی ذلت جنھوں نے اٹھائی	جہاں میں ملی ان کو آخر بڑائی
کسی نے بغیر اس کے ہرگز نہ پائی	فضیلت نہ عزت نہ فرماں روائی
نہال اس گلستاں میں جتنے بڑھے ہیں	ہمیشہ وہ نیچے سے اوپر چڑھے ہیں

اس عمل کے میدان میں جو شخص زیادہ محنت کرتا ہے اور اونچا چلا جاتا ہے۔ بڑا آدمی بن جاتا ہے۔ مگر جو اپنے وقت کو سو سو کر گنواتے ہیں وہ اپنی بڑائی اور عزت کو بھی اپنے ساتھ سلا لیتے ہیں۔ ایسے ہی کچھ اور آرام طلب محنت کے اوقات راگ رنگ کی محفلوں کی نذر کر دیتی رہی، دنیا کی اول درجے کی حاکم قوم شمار ہوتی رہی اور دشمنوں کے دل اسے دیکھ کر دہلتے رہے۔ مگر جب آرام طلبی اور عیش و نشاط کے چکر میں پڑی تو نہ صرف اتنی بڑی سلطنت ہاتھ سے گئی بلکہ عزت رہی نہ عظمت بچی۔ شان، آن، تفوق، بڑائی میں سے کوئی چیز نہ رہی، اقبالؒ نے فرمایا ہے۔

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیر امم کیا ہے	شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر

اقبالؒ کیا تھے۔ اس نام کے ہزاروں افراد ہوں گے۔ مگر اقبالؒ کی محنت نے انھیں زمین سے اٹھایا اور آسمان پر جا بٹھایا۔ قائداعظمؒ بنے اور اپنی دن رات کی محنت سے دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ ایک قوم کہنے والے ہندو اور اس کے مشیر خاص انگریز کو آخر کار دو قومی نظریہ ماننا ہی پڑا اور علامہ اقبالؒ کے تخیل قائداعظمؒ کی محنت اور تدبر سے پاکستان کی شکل میں ایک ملک دنیا کے نقشے پر ظہور پذیر ہوا۔ ... آخر ان کی محنت رنگ لائی اور آج مدرسے میں استاد کی کرسی پر جلوہ افروز ہیں۔ شاگرد بھی جب تک محنت سے اپنے سبق یاد نہیں

گیس پیپر اینڈ ماڈل پیپر # 4 (Reduced Syllabus)

وقت: 20 منٹ | حصہ اوّل | کل نمبر: 15

نوٹ: حصہ اول لازمی ہے۔ اس کے جوابات پرچے پر ہی دیے جائیں گے۔ اس کو پہلے بیس منٹ میں مکمل کر کے ناظم مرکز کے حوالے کر دیا جائے۔ کاٹ کر دوبارہ لکھنے کی اجازت نہیں۔ لیڈ پنسل کا استعمال ممنوع ہے۔

سوال نمبر 1: نصابی کتاب کی روشنی میں درست جواب کا انتخاب کریں۔

ا۔ باغ کے داروغہ کون تھے؟
الف۔ سید سراج الحسن ب۔ مولوی عبدالحق ج۔ عبدالرحیم یفیسی د۔ ایوب عباسی

۲۔ نام دیو بڑی تندہی سے اپنے کام میں مصروف اور مگن رہتا تھا، اس کی وجہ تھی:
الف۔ تنخواہ کا لالچ ب۔ افسران کی خوشی ج۔ بے عزتی کا خوف د۔ اپنے کام سے محبت

۳۔ مصنف نے کس چیز کو بے کار کہا ہے؟
الف۔ جبری مشقت ب۔ بے مزہ کام ج۔ محض حکم کی تعمیل د۔ ڈر کر کام کرنے کو

۴۔ مصنف نے انسان کی فطری کمزوری کی بنا پر اسے کہا ہے:
الف۔ کاہل اور نکما ب۔ نکما اور کام چور ج۔ کاہل اور کام چور د۔ دلیر گرست

۵۔ گدلا پانی پودوں کے لیے تھا:
الف۔ ضرر رساں ب۔ بے سود ج۔ مفید د۔ آبِ حیات

۶۔ درجہ کمال تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے:
الف۔ جدوجہد ب۔ صلاحیت ج۔ خوش بختی د۔ وسائل کا ہونا

۷۔ ڈاکٹر سراج الحسن کی ایک خوبی یہ تھی کہ وہ تھے:
الف۔ نباض ب۔ فیاض ج۔ مردم شناس د۔ خوش مزاج

۸۔ سبق "علی بخش" کس کتاب سے لیا گیا ہے؟
الف۔ شہاب نامہ ب۔ نفسانے ج۔ ماں جی د۔ یا خدا

۹۔ مصنف کام کے سلسلے میں کہاں گئے تھے؟

۱۰۔ علی بخش کو زمین کہاں دی گئی تھی؟

الف۔ جھنگ ب۔ لائل پور ج۔ لاہور د۔ خانیوال

۱۱۔ کائنات کا وجود اللہ تعالیٰ کے:

الف۔ احکامات کا نتیجہ ہے ب۔ چاہنے کا نتیجہ ج۔ حرفِ کُن کا نتیجہ ہے د۔ ارادے کا نتیجہ

۱۲۔ پھولوں کا رنگ محبوب کی کس بات سے ملتا ہے؟

الف۔ ہنسی سے ب۔ شکل و صورت سے ج۔ تازگی اور نزاکت سے د۔ خوش پوشی سے

۱۳۔ باپ نے کہا "میرا ایثار ستم ہے"۔ ______ کی مثال ہے۔

الف۔ تشبیہ ب۔ مجازِ مرسل ج۔ استعارہ د۔ کنایہ

۱۴۔ اگر غزل کے آخری شعر میں تخلص موجود نہ ہو تو وہ شعر مقطع نہیں ہوگا بلکہ ______ ہوگا۔

الف۔ مطلع ب۔ آخری شعر ج۔ حسنِ مطلع د۔ مطلع ثانی

۱۵۔ بے جان اسموں کی تذکیر و تانیث کے سلسلے میں ______ کی گفتگو سند قرار پاتی ہے۔

الف۔ اہلِ زبان ب۔ اہلِ نظر ج۔ اہلِ کتاب د۔ اہلِ قلم

وقت: 2:40 گھنٹے کل نمبر: 60

نوٹ: حصہ دوم اور سوم 02 صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان سوالات کے جوابات علیحدہ سے مہیا کی گئی جوابی کاپی پر دیں۔ ایکسٹرا شیٹ طلب کرنے پر مہیا کی جائے گی۔ آپ کے جوابات صاف اور واضح ہونے چاہئیں۔

حصہ دوم (کل نمبر ۳۰)

سوال نمبر2: دیئے گئے ہر حصے میں دی گئی ہدایات کے مطابق شامل نصاب کتاب کی روشنی میں تین سے پانچ سطروں تک محدود جوابات لکھیں۔

الف: حصہ نثر

کوئی سے چھ اجزا کے جوابات دیں۔ (6 × 2=12)

i. کسان نے چغل خور کو کن شرائط پر ملازم رکھا؟

ii. چغل خور نے کسان کی بیوی کو کیا کہہ کر بدگمان کیا؟

iii. ہر چغل خور کس بات کو ماننے سے انکار کرتا ہے؟

iv. چغل خور کو اپنی بری عادت سے کیا نقصان اٹھانا پڑا؟

vi. کسان چغل خور کی کون سی شرط منظور کرلی؟ (بحوالہ سبق "چغل خور")

vii. کسان کی بیوی کی کن حرکتوں کی وجہ سے اسے یقین ہو گیا کہ اس کی بیوی پاگل ہے؟ (بحوالہ سبق "چغل خور")

ب: حصہ شعر

کوئی سے چھ اجزا کے جوابات دیں۔ (6 × 2=12)

i. شاعری میں میر انیس کی وجہ شہرت کیا ہے؟ (بحوالہ نظم "میدان کربلا میں گرمی کی شدت")

ii. نظم میں "تازہ انجم کے ظہور" کا مفہوم واضح کریں۔ (بحوالہ نظم "فاطمہ بنت عبداللہ")

iii. اس نظم "سحر" کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ (بحوالہ نظم "سحر")

iv. ہیئت کے اعتبار سے اس نظم (میدان کربلا میں گرمی کی شدت) کو کیا کہیں گے؟ (بحوالہ نظم "میدان کربلا میں گرمی کی شدت")

v. آنکھ کی شبنم افشانی سے کیا مراد ہے؟ (بحوالہ نظم "فاطمہ بنت عبداللہ")

vi. مطلع میں کس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے؟ (بحوالہ غزل "جگر مراد آبادی")

vii. پانچویں شعر میں تل کر نہ ملنے سے کیا مراد ہے؟ (بحوالہ غزل "جگر مراد آبادی")

ج: حصہ قواعد

کوئی سے تین اجزا کو حل کریں۔ (3 × 2 = 6)

i. جملے کی ترکیب نحوی تحریر کریں؟ فریحہ نے خیرات دی۔

ii. افسانہ کسے کہتے ہیں؟ مختصر ابیان کریں۔

iii. مندرجہ ذیل کا مفہوم واضح کریں۔ صرصر ، درماندہ

iv. مجاز مرسل کا مفہوم ایک مثال سے واضح کریں۔

حصہ سوم (کل نمبر ۳۰)

سوال نمبر ۳: مصنف اور سبق کا حوالہ دیتے ہوئے کسی ایک نثر پارے کی تشریح کریں۔ (1/2+1/2+4= 5)

الف۔ اگلے وقتوں کی بات ہے کسی گاؤں میں ایک چغل خور رہتا تھا۔ دوسروں کی چغلی کھانا اور ایک کی بات دوسرے سے کرنا اس کی عادت تھی اور لاکھ کوشش کے باوجود، وہ اپنی عادت کو نہ چھوڑ سکا تھا۔ اس نے بارہا اس بات کا ارادہ کیا کہ اب کسی سے کسی کی چغلی نہیں کھائے گا۔ ایک کی بات دوسرے سے نہیں کہے گا لیکن ہر بار وہ اپنے اس ارادے میں ناکام ہو جاتا۔ دراصل وہ اپنی عادت سے مجبور تھا اور اسی عادت کی وجہ سے اسے اپنی ملازمت سے بھی ہاتھ دھونا پڑے تھے، چنانچہ وہ بے کار تھا۔ اس نے دوسری ملازمت کی بہتیری کوشش کی مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔

ب۔ اور اس کے بعد وہ سب ایک دوسرے پر پل پڑے۔ وہ سر پھٹول ہوئی، وہ لاٹھیاں چلیں کہ سب خون نہا گئے۔ آخر ارد گرد کے کھیتوں میں کام کرنے والے دوسرے لوگ بھاگ کر آئے اور انھوں نے بیچ بچاؤ کرا کے انھیں ایک دوسرے سے الگ کیا۔ پھر جب ان سب کا غصہ قدرے کم ہوا تو ان سے لوگوں نے پوچھا: "تم لوگ اس طرح کیوں لڑ رہے تھے؟"

اس پر سب نے اپنی اپنی بات بتائی کہ یوں نوکر ہمارے پاس آیا تھا اور اس نے یہ بتایا تھا۔ اس طرح جب سب اپنی بات بتا چکے تو پتا چلا کہ:

یہ سب کچھ چغل خور کا کیا دھرا ہے۔

وہ سارے کے سارے مل کر کر چغل کی تلاش میں چلے لیکن اس وقت تک چغل خور وہ گاؤں چھوڑ کر کہیں اور جا چکا تھا۔

سوال نمبر ۴: شاعر اور نظم کا حوالہ دیتے ہوئے کسی ایک نظم پارے کی تشریح کریں۔ (1/2+1/2+4= 5)

الف۔
وہ لو، وہ آفتاب کی حدت، وہ تاب و تب
کالا تھا رنگ دھوپ سے دن کا مثالِ شب
خود نہرِ علقمہ کے بھی سوکھے ہوئے تھے لب
خیمے جو تھے حبابوں کے، تپتے تھے سب کے سب
اڑتی تھی خاک، خشک تھا چشمہ حیات کا
کھولا ہوا تھا دھوپ سے پانی فرات کا

ب۔
یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر!
ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر!
یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یارب، اپنی خاکستر میں تھی!

سوال نمبر ۵: شاعر کا حوالہ دیتے ہوئے مندرجہ ذیل میں سے کوئی سے دو اشعار کی تشریح کریں: (1/2+1/2+2+2= 5)

الف۔ کاروبارِ جہاں سنورتے ہیں ہوش جب خودی سے ملتا ہے

ب۔ پہنچ جائیں گے انتہا کو بھی حسرتؔ جب اس راہ کی ابتدا ہو گئی ہے

ج۔ رُوح کو بھی مزا محبت کا دل کی ہمسائگی سے ملتا ہے

سوال نمبر ۶: "سچ میں برکت ہے" کے موضوع پر کہانی لکھیں۔ (5)

سوال نمبر ۷: دیے گئے اشارات کی مدد سے کسی ایک موضوع پر ڈھائی سو سے تین سو الفاظ مشتمل ایک مضمون لکھیں: (10)

الف۔ قائداعظمؒ / عظیم رہنما

خاکہ: i۔ ابتدائی تعلیم۔ کراچی ii۔ برطانیہ سے وکالت کی ڈگری iii۔ کانگرس میں شمولیت
iv۔ مسلم لیگ میں شمولیت v۔ انگریزوں اور ہندوؤں کا مقابلہ vi۔ بانیِ پاکستان

ب۔ حُبِّ وطن

خاکہ: i۔ وطن دھرتی ماتا ii۔ وطن سے محبت ایک فطری امر

iv۔ مسلمان قوم کا فرد۔ ملتِ اسلامیہ سے محبت v۔ ذوق کا بہتر مستقبل کے باوجود دلی نہ چھوڑنا

حل گیس پیپر اینڈ ماڈل پیپر 4# (Reduced Syllabus)

جوابات حصہ معروضی

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
ج	د	ب	ج	د	ب	ج	الف
۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	
الف	ب	ج	الف	ج	ب	الف	

حصہ دوم (کل نمبر ۳۰)

سوال نمبر2: دیئے گئے ہر حصے میں دی گئی ہدایات کے مطابق شامل نصاب کتاب کی روشنی میں تین سے پانچ سطروں تک محدود جوابات لکھیں۔

الف: حصہ نثر

کوئی سے چھ اجزا کے جوابات دیں۔ (6 × 2=12)

i. کسان نے چغل خور کو کن شرائط پر ملازم رکھا؟

جواب: کسان نے چغل خور کو دو شرائط پر ملازم رکھا۔

(i) وہ اسے صرف روٹی اور کپڑا دے گا۔

(ii) ہر چھ ماہ بعد چغل خور کو ایک چغلی کھانے کی اجازت ہو گی۔

ii. چغل خور نے کسان کی بیوی کو کیا کہہ کر بدگمان کیا؟

جواب: چغل خور نے کسان کی بیوی سے کہا کہ "کسان کوڑھی ہو گیا ہے اور اس نے یہ بیماری اب تک چھپا کے رکھی ہے۔" یعنی اسے کوڑھ کا مرض لاحق ہو گیا ہے۔

iii. ہر چغل خور کس بات کو ماننے سے انکار کرتا ہے؟

جواب: ہر چغل خور اس بات کو ماننے سے انکار کرتا ہے کہ وہ چغل خور ہے کیونکہ کوئی چغل خور یہ نہیں مانتا کہ وہ چغل خور ہے۔

iv. چغل خور کو اپنی بری عادت سے کیا نقصان اٹھانا پڑا؟

چنانچہ وہ بے کار ہو گیا۔ مختلف لوگوں سے کہا در در کی خاک چھانی، ایک ایک کے پاس گیا مگر اُسے یہ نقصان اُٹھانا پڑا کہ چغل خور ہونے کی وجہ سے اُسے کوئی بھی اپنے پاس ملازم رکھنے کو تیار نہ تھا۔

v. چغل خور نے کسی دوسری جگہ جانے کے متعلق کیوں سوچا؟ (بحوالہ سبق "چغل خور")

جواب: کیونکہ اس کی بری عادت کی وجہ سے کوئی اسے ملازمت رکھنے کو تیار نہ تھا۔ وہ بے کار بیٹھ گیا۔ چنانچہ اس نے کسی نئی جگہ جاکر ملازمت کا سوچا اور سامان باندھ لیا اور ایک گاؤں پہنچا وہاں کے کسان کے پاس گیا اور اس سے ملازمت پر رکھنے کی درخواست کی۔

vi. کسان چغل خور کی کون سی شرط منظور کر لی؟ (بحوالہ سبق "چغل خور")

جواب: کسان کو کھیتوں کے کام کاج میں ہاتھ بٹانے کے لیے ایک ملازم کی ضرورت تھی۔ چغل خور نے تنخواہ کے بدلے صرف روٹی کپڑا اور چھے ماہ بعد ایک چغلی کھانے کی شرط رکھ دی۔ کسان نے سوچا میری چغلی کھا کر میرا کیا بگاڑ لے گا۔ میرے کون سے راز ظاہر کرے گا۔ لہٰذا اس نے یہ شرط منظور کر لی۔

vii. کسان کی بیوی کی کن حرکتوں کی وجہ سے اسے یقین ہو گیا کے اس کی بیوی پاگل ہے؟ (بحوالہ سبق "چغل خور")

جواب: چغل خور کسان کی بیوی کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ کسان کوڑھی ہو گیا اور اس نے یہ بیماری چھپائے رکھی ہے۔ کسان کی بیوی کہنے لگی کہ میں جب کسان کا کھانا لے کر کھیتوں میں جاؤں گی تو کسان کے جسم کو چاٹ کر ضرور دیکھوں گی۔ اگلے روز جب کسان کی بیوی کھانا لے کر کھیتوں میں آئی تو اس نے کسان کے جسم کو چاٹنے کی کوشش کی۔ جس سے کسان کو یقین ہو گیا کہ وہ پاگل ہو گئی ہے اور کاٹ کھانے کو دوڑتی ہے۔ دوسری طرف کسان کی حرکتوں سے اس کی بیوی کو کسان کے کوڑھی ہونے کا یقین ہو گیا۔

ب: حصہ شعر

کوئی سے چھ اجزا کے جوابات دیں۔ (6 × 2=12)

i. شاعری میں میر انیس کی وجہ شہرت کیا ہے؟ (بحوالہ نظم "میدان کربلا میں گرمی کی شدت")

جواب: شاعری میں میر انیس کی وجہ شہرت "مرثیہ نگاری" ہے۔

ii. نظم میں "تازہ انجم کے ظہور" کا مفہوم واضح کریں۔ (بحوالہ نظم "فاطمہ بنت عبداللہ")

جواب: تازہ انجم کے ظہور سے شاعر کی مراد ہے کہ مسلمان قوم کے تازہ دم افراد جو آزادی کی جنگ میں شریک ہو رہے ہیں۔

iii. اس نظم "حمد" کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ (بحوالہ نظم "حمد")

جواب: جواب کیلئے سوال نمبر۔8 دیکھیں۔

iv. ہیئت کے اعتبار سے اس نظم (میدان کربلا میں گرمی کی شدت) کو کیا کہیں گے؟ (بحوالہ نظم "میدان کربلا میں گرمی کی شدت")

جواب: ہیئت کے اعتبار سے نظم "میدان کربلا میں گرمی کی شدت" کو مرثیہ کہیں گے۔

v. آنکھ کی شبنم افشانی سے کیا مراد ہے؟ (بحوالہ نظم "فاطمہ بنت عبداللہ")

جواب: آنکھ کی شبنم فشانی سے شاعر کی مراد آنسوؤں کو شبنم سے تشبیہ دینا اور افشانی کا مطلب ہے ٹپکانا۔ اس طرح شبنم افشانی سے شاعر کی مراد زیادہ مقدار میں آنسو ٹپکا

vi. مطلع میں کس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے؟ (بحوالہ غزل "جگر مراد آبادی")

جواب: مطلع میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ دنیا میں انسان بے شمار لوگوں سے ملتا ہے لیکن ہم مزاج لوگ بہت کم ملتے ہیں۔ ہزاروں میں کوئی ایک ہوتا ہے جو دل کو بھاتا ہے۔

vii. پانچویں شعر میں دل کرنہ ملنے سے کیا مراد ہے؟ (بحوالہ غزل "جگر مراد آبادی")

جواب: دل کرنہ ملنے سے یہ مراد ہے کہ بعض اوقات برس ہا برس انسان دوسروں کے ساتھ گزار دیتا ہے لیکن اس کے دلی روابط اور قلبی تعلق اس سے قائم نہیں ہوتے۔ اسی طرح بعض اوقات ایسا ہوتا ہے جس سے انسان بار بار ناراض ہو جائے مگر ہم چونکہ اس سے محبت کرتے ہیں پھر بھی اسی سے ملنے کو دل کرتا ہے۔

ج: حصہ قواعد

کوئی سے تین اجزا کو حل کریں۔ $(3 \times 2 = 6)$

i. جملے کی ترکیب نحوی تحریر کریں؟ فریحہ نے خیرات دی۔

جواب: ترکیب نحوی: فریحہ (فاعل) نے (علامت فاعل) خیرات (مفعول) دی (فعل) جملہ فعلیہ۔

ii. افسانہ کسے کہتے ہیں؟ مختصراً بیان کریں۔

جواب: مختصر فرضی کہانی جو مختصر، دلچسپ اور واقعاتی لحاظ سے زندگی کے کسی پہلو پر روشنی ڈالے۔ کردار فرضی ہوتے ہیں لیکن حقیقی نظر آتے ہیں۔ اتنی طوالت ہوتی ہے کہ ایک نشست میں پڑھا جاسکتا ہے۔ وحدت تاثر بڑی خوبی ہے۔

iii. مندرجہ ذیل کا مفہوم واضح کریں۔ صرصر ، درماندہ

جواب: مفہوم: صرصر ___ گرم ہوا، مشکل وقت، مصیبت، تکلیف۔

درماندہ ___ تھکا ہارا، کمزور، خستہ حال، آندھی، بچھڑا ہوا۔

iv. مجاز مرسل کا مفہوم ایک مثال سے واضح کریں۔

جواب: مجاز مرسل: اگر کسی لفظ کو حقیقی کی بجائے مجازی (غیر حقیقی) معنوں میں استعمال کیا جائے اور دونوں میں تشبیہ کے علاوہ کوئی تعلق ہو تو وہ مجاز مرسل کہلاتا ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہیں۔

مثال:
۱۔ انسان کی زندگی چار دن کی ہے۔ اس میں جزو بول کر کل مراد لی گئی ہے۔
۲۔ حکیم صاحب نے نبض پر ہاتھ رکھا (یہاں کل بول کر جزو مراد لی گئی ہے)
۳۔ برسے گا آج خوب ابر (سبب بول کر مسبب مراد)
۴۔ مجھے کہنا ہے اپنی زبان میں (آلہ بول کر چیز مراد)

حصہ سوم (کل نمبر ۳۰)

الف۔ جواب: حوالہ متن: سبق کا عنوان: چغل خور مصنف کا نام: شفیع عقیل

حل لغت: اگلے وقتوں کی بات: پرانے دور کا قصہ۔ چغل خور: غیبت کرنے والا۔ بارہا: کئی بار۔ دراصل: حقیقت میں:
ملازمت: نوکری۔ بے کار: فارغ، جسے کوئی کام نہ ہو۔ کثیری: بہت زیادہ۔

سیاق و سباق: اس مضمون میں ایک دیہاتی چغل خور کا سبق آموز قصہ بیان کیا گیا ہے، جو اپنی چغل خوری کی بری عادت کی وجہ سے ذلیل و خوار ہو گیا۔ وہ ہمیشہ لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاتا تھا اور اس طرح انھیں آپس میں بدگمانی میں مبتلا کر دیتا تھا چغل خوری اس کی فطرتِ ثانیہ بن چکی تھی۔ وہ کوشش کے باوجود اس بری عادت سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکا تھا۔ پہلے اس نے اپنے گاؤں میں فساد برپا کروایا اور وہاں ذلیل و خوار ہوا۔ نوکری سے بھی ہاتھ دھونا پڑے۔ فاقوں تک نوبت آئی تو اس نے کسی دوسرے شہر جا کر قسمت آزمانے کا فیصلہ کیا مگر اپنی بری عادت کی وجہ سے وہاں سے بھی اسے بھاگنا پڑا۔

تشریح: اس پیراگراف میں مصنف بیان کرتا ہے کہ کسی بستی میں ایک ایسا شخص رہتا تھا جسے چغلی کھانے کی بہت عادت تھی۔ وہ ایک دوسرے کی برائی بیان کیا کرتا تھا اور لوگوں میں دشمنی، نفرت اور عداوت کا بیج بویا کرتا تھا۔ اس کا مشغلہ یہی تھا کہ وہ لوگوں کی ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاتا رہے۔ یہ بری عادت اس کی فطرتِ ثانیہ بن چکی تھی۔ وہ بڑے جتن اور کوشش کے باوجود اپنی اس عادت سے پیچھا نہ چھڑا سکا۔ اس کا ضمیر مردہ ہو چکا تھا۔ اگر اس میں احساس نام کی کوئی چیز ہوتی اور اس اس میں ضمیر کی خلش موجود ہوتی تو وہ اپنی اس اخلاقی برائی سے چھٹکارا پا سکتا تھا۔ اس نے بار بار اس بات کا عہد کیا کہ اب وہ کسی کی چغلی نہیں کھائے گا لیکن چونکہ وہ دل سے ارادہ نہیں کرتا تھا، اس لیے ہر بار ناکام رہتا تھا۔ اپنی اس بری عادت کی وجہ سے چغل خور کو اپنی ملازمت سے بھی ہاتھ دھونا پڑے۔ وہ بے کار ہو گیا۔ اس نے سوچا کہ میں کسی اور جگہ ملازمت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں، مگر اس کے اپنے گاؤں میں کسی نے بھی اسے ملازمت نہ دی کیوں کہ سب ہی لوگ اس کی چغل خوری والی عادت سے واقف ہو چکے تھے۔

ب۔ جواب: حوالہ متن: سبق کا عنوان: چغل خور مصنف کا نام: شفیع عقیل

حل لغت: پل پڑنا: ٹوٹ پڑنا، حملہ کرنا۔ سر پھٹول: لڑائی مار کٹائی۔ اردگرد: آس پاس۔
بیچ بچاؤ کروانا: صلح کروانا، جھگڑا ختم کروانا۔ کیا دھرا ہے: کام ہے۔ چغل خور: غیبت کرنے والا۔

سیاق و سباق: پہلے تو چغل خور نے کسان کی بیوی اور کسان کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکایا۔ کسان کی بیوی سے کہا کہ کسان کوڑھی ہو گیا۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کا گوشت نمکین ہو گیا ہے۔ دوسری طرف کسان سے کہا کہ تمھاری بیوی پاگل ہو گئی ہے جو کاٹنے کو دوڑتی ہے۔ ایک طرف کسان کے سالوں کو بھڑکایا کہ تمھارا بہن کو روزانہ پیٹتا ہے تو دوسری طرف کسان کے بھائیوں سے جا کر کہہ دیا کہ تمھارے بھائی کے سالے تمھارے بھائی کو زدوکوب کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح چغل خور نے کانی لگائی بجھائی کر کے فتنے کی آگ بھڑکا دی۔

تشریح: جب کسان کی بیوی نے کسان کے جسم کو اپنی زبان سے چکھنے کی کوشش کی تو کسان سمجھا کہ میری بیوی واقعی پاگل ہو گئی ہے اور مجھے کاٹنا چاہتی ہے۔ اس نے جوتا اتار کر اپنی بیوی کی پٹائی شروع کر دی۔ ادھر جب کھیت میں چھپے ہوئے کسان کے سالوں نے دیکھا کہ کسان ان کی بہن کو مار رہا ہے تو وہ بھاگے بھاگے آئے اور کسان کو مارنے لگے۔ دوسری طرف کسان کے بھائی بھی لاٹھیاں لے کر میدان میں کود پڑے۔ اس کے بعد سب آپس میں گتھم گتھا ہو گئے۔ ہاتھا پائی ہوئی۔ لاٹھیاں برسنے لگیں۔ ایک دوسرے کے سر پھوڑ دیے گئے۔ خون بہنے لگا اور سب لہولہان ہو گئے۔ سب رشتے ناتے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ آخر کار آس پاس کے کھیتوں میں کام کرنے والے مزارع، کسان اور کارکن وغیرہ بھاگ کر پہنچے اور انھوں نے مداخلت کرتے ہوئے ایک دوسرے کو ہٹایا اور لڑنے کی وجہ پوچھی۔ سب نے بتایا کہ نوکر نے ان سے اس قسم کی

سوال نمبر۴: شاعر اور نظم کا حوالہ دیتے ہوئے کسی ایک نظم پارے کی تشریح کریں۔ (1/2+1/2+4=5)

الف۔ جواب: نظم کا عنوان: میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت شاعر کا نام: میر انیس

تشریح: میر انیس میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت کا حال بیان کرتے ہوئے منظر کشی کرتے ہیں کہ سورج کی حرارت اور لُو کی تپش سے دھوپ کا رنگ رات کی طرح سیاہ نظر آتا تھا، جیسا کہ کوئلہ پوری طرح دہک کر کالا ہو گیا ہو، گرمی کے سبب نہرِ علقمہ کے لب بھی سوکھ گئے تھے، خواتین اور پھولوں جیسے نازک بچے خیموں میں تڑپ رہے تھے، چاروں طرف خاک اڑ رہی تھی، گرمی کے دورنے زندگی کے سکون و اطمینان کو ختم کر کے رکھ دیا تھا، لگتا تھا کہ زندگی کا محور ہی ختم ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ فرات کا پانی بھی گرمی اور حرارت سے کھول رہا تھا۔

ب۔ جواب: نظم کا عنوان: فاطمہ بنتِ عبداللہ شاعر کا نام: علامہ محمد اقبالؒ

تشریح: علامہ محمد اقبال فاطمہ بنت عبداللہ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے فاطمہ! دورانِ جہاد تیرے پاس نہ تو تلوار تھی اور نہ ہی تلوار کے وار سے بچنے کے لیے تیرے پاس کوئی ڈھال تھی لیکن اس کے باوجود تو اپنی جان خطرے میں ڈال کر مجاہدینِ اسلام کو پانی پلانے میں معروفِ عمل رہی۔ تیرا یہ عمل کس قدر جذبہ جہاد اور جرأت پیدا کرنے والا تھا۔ تیری شہادت آنے والی نسلوں کے لیے سبق ہے۔ تلوار اور ڈھال کے بغیر میدانِ جنگ میں خدمات سرانجام دینے کے لیے ایمان کے جذبہ سے سرشار ہونے کی ضرورت ہے۔ فاطمہ کے جذبہ سے متاثر ہو کر علامہ اقبالؒ نظم کے اس شعر میں فرماتے ہیں کہ بظاہر تو یہ محسوس ہو رہا تھا کہ مسلمان قوم مکمل طور پر تباہ ہو چکی ہے اس میں اب جان باقی نہیں رہی، مگر فاطمہ میدانِ جہاد میں تیرا جذبہ دیکھ کر یہ محسوس ہوا کہ جس طرح راکھ کے ڈھیر میں کوئی چنگاری باقی رہ جاتی ہے اور اچانک بھڑک کر آگ کا سبب بن جاتی ہے، اسی طرح فاطمہ تو اس اُجڑے ہوئے گلستاں میں ایک کلی کی مانند ہے جو اس بات کی قیاس آرائی ہے کہ یہ گلستاں ابھی تک مکمل تباہ نہیں ہوا، اس میں دوبارہ سے کھلنے پھولنے کی سکت اور امید کی کرن موجود ہے۔

سوال نمبر۵: شاعر کا حوالہ دیتے ہوئے مندرجہ ذیل میں سے کوئی سے دو اشعار کی تشریح کریں: (1/2+1/2+4=5)

الف۔ کاروبارِ جہاں سنورتے ہیں ہوش جب بے خودی سے ملتا ہے

جواب: شاعر کا نام: جگر مراد آبادی

تشریح: اس شعر میں شاعر نے کہا ہے کہ جب محبوب سے محبت کا یہ عالم ہو جاتا ہے کہ ہوش اور بے خودی ایک ہو جائیں، جب محبوب کی چاہت میں عاشق ہوش کی کیفیت کو بھلا کر بے خودی کے عالم میں آجائے تو پھر عشق و محبت کی دنیا کے کاروبار سنور جاتے ہیں یعنی محبوب کو اپنے عاشق کی چاہت کا یقین آجاتا ہے تو چاہنے والے کے دل کو قرار اور دل کو قرار اور روح کو سکون آجاتا ہے۔ اس کے دل کا کاروبار سنور جاتا ہے، اس کی محبت کی دنیا میں قرار حاصل ہو جاتا ہے۔

ب۔ پہنچ جائیں گے انتہا کو بھی حسرتؔ جب اس راہ کی ابتدا ہو گئی ہے

جواب: شاعر کا نام: حسرت موہانی

تشریح: غزل کے مقطع میں شاعر اپنا حاصل کلام پیش کرتا ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے بڑھا لیتا ہے۔ جب راہِ خدا میں عشقِ حقیقی کی ابتدا ہو جاتی ہے تو معرفتِ حق کی منزل بھی اس کے قریب آجاتی ہے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنی تمام خواہشات کو تابع کر دیتا ہے، اللہ کی خوشنودی کے لیے اپنی ذات کا ایک ایک عمل اور فکر رضائے الٰہی کے لیے تابع کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ محبتِ الٰہی، اطاعتِ الٰہی اور رضائے الٰہی میں خود کو مٹا دیتا ہے۔ جب میں نے محبوب کے راستے میں

ج۔ رُوح کو بھی مزا محبت کا دل کی ہمسائگی سے ملتا ہے

جواب: شاعر کا نام: جگر مراد آبادی

تشریح: شاعر اس شعر میں فرماتے ہیں کہ محبوب سے دوری دل کی تکلیف کا باعث ہوتی ہے۔ شاعر کو محبت کا مزا محبوب کی قربت میں ہی آتا ہے۔ اس لیے وہ اپنے محبوب سے دور نہیں رہنا چاہتا۔ شاعر کہتا ہے کہ روح اور دل کا بھی آپس میں محبت کا رشتہ قائم ہے۔ روح کے بغیر دل کا اور دل کے بغیر روح کا تصور بھی ناممکن ہے بالکل اسی طرح میں اپنے محبوب سے محبت اور پیار کرتا ہوں۔ جس طرح روح کو دل کی ہمسائگی میں سکون اور قرار حاصل ہوتا ہے بالکل اسی طرح مجھے بھی اپنے محبوب کی قربت میں سکون حاصل ہوتا ہے۔ میری زندگی کا لطف اور مزہ بھی محبوب کی محبت اور چاہت سے قائم ہے۔

سوال نمبر۶: "سچ میں برکت ہے" کے موضوع پر کہانی لکھیں۔ (5)

جواب:

سچ میں برکت ہے

رات کا پچھلا پہر تھا، دن بھر کا تھکا ہارا قافلہ پڑا سو رہا تھا۔ اچانک شور اٹھا۔ "ڈاکو آ گئے، ڈاکو آ گئے۔" سوئے ہوئے مسافر ہڑبڑا کر اٹھے اور اپنے اپنے سامان کو سنبھالنے لگے، ڈاکوؤں نے ادرت مچا رکھی تھی۔ ایک ایک کی تلاشی لے رہے تھے، لوگوں کی جیبیں ٹٹول رہے تھے، جو کچھ پاتے تھے، چھین جھپٹ لیتے۔ لٹنے والے آہ و فغاں کر رہے تھے، مگر ظالم ڈاکوؤں پر اس کا کچھ اثر نہیں ہو رہا تھا۔ اسی قافلے میں ایک کم عمر لڑکا بھی شامل تھا جو کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور مطلق پریشان نظر نہیں آتا تھا۔ ایک ڈاکو اس کے پاس آیا اور پوچھنے لگا: "لڑکے تیرے پاس کیا ہے؟"

"چالیس اشرفیاں" لڑکے نے جواب دیا۔ ڈاکو مذاق سمجھ کر آگے بڑھ گیا۔ دوسرا ڈاکو آیا تو لڑکے نے اسے بھی یہی جواب دیا۔ اسی طرح کے بعد دیگرے تین ڈاکوؤں نے لڑکے سے یہی جواب پایا۔

ڈاکوؤں کے سردار تک بھی یہ بات پہنچی۔ اس نے لڑکے کو پکڑ منگوایا اور پوچھا "لڑکے! تیرے پاس کیا ہے؟"

"چالیس اشرفیاں" لڑکے نے اطمینان سے جواب دیا۔

سردار نے پوچھا! "کہاں ہیں چالیس اشرفیاں"

"میرے کرتے کی تہ میں سلی ہوئی ہیں۔" لڑکا بولا۔

کرتے کی تہ کھولی گئی تو سچ مچ چالیس اشرفیاں نکل آئیں۔

سردار نے حیرت سے کہا: "لڑکے! تو نے اتنی بڑی رقم چھپا کیوں نہ لی؟"

"میری ماں نے مجھے نصیحت کی تھی کہ بیٹا! ہمیشہ سچ بولنا۔ میں جھوٹ بول کر گنہگار کیوں بنتا۔" لڑکے نے جواب دیا۔

سردار نے لڑکے کا جواب سنا تو سوچ میں پڑ گیا کہ کم عمر لڑکا ماں کی نصیحت کا اتنا پابند ہے اور میں ایک مدت سے اللہ کے حکم کے خلاف عمل کر رہا ہوں۔ اللہ کے حضور میرا کیا حال ہوگا؟

سردار نے حکم دیا۔ سارا مال قافلے کے لوگوں کو واپس کر دو اور خود لڑکے کے پاؤں میں گر پڑا، توبہ کی اور رہزنی کا پیشہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ترک کر دیا۔

یہ لڑکا کون تھا؟ یہ تھے حضرت عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ جو بغداد میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے قافلے کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ ان کے سچ کی برکت سے

سوال نمبر ۷: دیے گئے اشارات کی مدد سے کسی ایک موضوع پر ڈھائی سو سے تین سو الفاظ مشتمل ایک مضمون لکھیں: (10)

الف۔ قائداعظمؒ / عظیم رہنما

جواب۔

قائداعظمؒ / عظیم رہنما

پونجا جناح کا اصل وطن تو راجکوٹ (کاٹھیاواڑ) تھا، لیکن کاروبار کی خاطر کراچی لے آیا۔ چمڑے کی تجارت کرتے تھے اور متمول تاجروں میں شمار ہوتے تھے۔ 25 دسمبر 1876ء کو ان کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام محمد علی رکھا گیا۔ یہی محمد علی بڑا ہو کر اور پڑھ لکھ کر مسلم قوم کا سہارا اور پاکستان کا بانی ہوا۔ قوم نے بھی اسے سر پر اٹھایا اور قائداعظمؒ کے لقب سے پکارا۔

محمد علی نے ابتدائی تعلیم کراچی میں حاصل کی۔ 16 سال کی عمر میں میٹرک پاس کر لیا اور بیرسٹری کی تعلیم کے لیے لندن روانہ ہو گئے۔ جہاں سے بیس سال کی عمر میں بیرسٹر بن کر لوٹے۔ اتفاق کی بات کہ ان دونوں باپ کا کاروبار تباہ ہو گیا اور وہ کئی مقدمات اور مشکلات میں پھنس گئے۔ محمد علی نے ولایت سے واپسی پر سب سے پہلے باپ کے مصائب کو دور کیا۔ پھر وکالت کے لئے بمبئی چلے گئے۔ یہاں چھے ماہ تک پریذیڈنسی مجسٹریٹ کی آسامی پر فائز رہے۔ پھر اپنی پریکٹس شروع کر دی اور جلد ہی چوٹی کے وکیلوں میں شمار ہونے لگے۔

اس وقت ہندوستان میں کانگریس کی دھوم تھی، محمد علی بھی اس کے ممبر بن گئے اور "صلح کا شہزادہ" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ وہ کئی سال تک ممبر رہے مگر جب دیکھا کہ کانگریس ایک ہندو جماعت ہے جو صرف ہندوؤں کی بہتری کے لئے کوشاں اور مسلمانوں کو اپنا غلام بنانے کی فکر میں ہے تو آپ نے کانگریس کو چھوڑا اور ولایت چلے گئے۔

یہ زمانہ مسلمانوں کے لئے نہایت کٹھن تھا۔ انگریز حکمران اور دشمن تھا۔ ساری ہندو قوم دشمن تھی۔ اگرچہ 1906ء سے مسلم لیگ قائم تھی مگر در حقیقت بے جان سی جماعت تھی۔ علامہ اقبال مسلمانوں کی بے بسی پر کڑھتے تھے۔ رات دن اسی غم میں تڑپتے تھے۔ آخر انہوں نے دیکھا کہ محمد علی جناحؒ کے سوا کوئی ایسا مسلمان موجود نہیں جس پر بھروسا کیا جا سکے اور قوم کی بھاگ دوڑ اس کے ہاتھ میں دے دی جائے۔ چنانچہ آپ نے خط لکھ کر انھیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ وطن واپس آئیں اور مسلم لیگ کی قیادت سنبھالیں۔ چنانچہ وہ واپس آئے اور انہوں نے مسلم لیگ کی قیادت سنبھالی۔ قوم کے بکھرے ہوئے شیرازے کو جمع کیا۔ شہر شہر جا کر قوم کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگایا اور ایک پلیٹ فارم پر لا کھڑا کیا۔

گاندھی نے ان کے مقابلے میں کئی پینترے بدلے۔ مسلمانوں کو گم راہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن مسلمانوں نے ان پر توجہ نہ دی۔ ادھر علامہ اقبالؒ نے 1930ء میں مسلم لیگ کے سالانہ جلسے میں اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا کہ مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں اور ان کے لیے علیحدہ وطن کی ضرورت ہے۔ لہٰذا ہندوستان کے وہ علاقے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے انھیں ملا کر ایک اسلامی مملکت تشکیل دی جائے۔

اس تقریر میں ہندو بہت تلملائے۔ مگر مسلمانوں کو ایک نصب العین مل گیا تھا۔ محمد علی جناحؒ نے اسے اور اچھالا۔ ولایت کے ایک مسلمان طالب علم رحمت علی نے اس مجوزہ اسلامی ریاست کا نام پاکستان رکھا جو ہر مسلمان کی زبان کا نعرہ بن گیا۔ انگریز اور گاندھی نے ہندوؤں سمیت اس کا نہایت شدت سے مقابلہ کیا اور محمد علی جناحؒ نے نہایت خوبصورتی سے جواب دیا۔ آخر انگریز اور ہندو دونوں کو مسلمانوں کا مطالبہ ماننا پڑا اور 14 اگست 1947ء کو دنیا کے نقشے پر پاکستان کا وجود ثبت ہو گیا۔

اب تک محمد علی جناحؒ کو مسلمانوں کی طرف سے "قائداعظم" کا لقب مل چکا تھا۔ چنانچہ جب پاکستان کی سلطنت قائم ہوئی تو آپ اس کے پہلے گورنر جنرل مقرر ہوئے۔ لیکن آپ کی عمر نے وفا نہ کی۔ دن رات کی محنت سے آپ کی صحت خراب ہو گئی اور آخر 11 ستمبر 1948ء کو یہ پاکستان کا بانی، نڈر اور بے باک، جرنیل قوم کو روتا چھوڑ کر راہیِ ملکِ بقا ہوا۔

جواب:

حُبِّ وطن

وطن گہوارہ ہے، دھرتی ماتا ہے۔ وطن گود ہے مادرِ وطن کی۔ وطن ایک جنم بھومی کا نام ہے۔ جس کی زمین، ہوا اور ماحول میں انسان پیدا ہوتا ہے، کھیلتا ہے، جوان ہوتا ہے۔ یہیں ماں باپ، بہن بھائی، رشتہ دار اور دوست یار اس کے مہربان و مشفق، ہمدرد و غمگسار، خیر اندیش و بہی خواہ موجود ہوتے ہیں۔ انسان کو ان سب چیزوں سے اتنا پیار ہو جاتا ہے۔ کہ ان سے جدا ہوتے ہوئے مضطرب اور بے چین ہو جاتا ہے۔

وطن ایک گھر ہے جس سے انسان کی محبت ایک فطری امر ہے۔ یہی محبت انسان کو دشمن کے مقابلے پر کھڑا کر دیتی ہے۔ 1965ء میں بھارت نے پاکستان پر حملہ کیا تو ملک کے سارے باشندے، دل و جان سے ایک سیسہ پلائی دیوار بن گئے اور آخر بھارت کو اپنے بے شمار اسلحے کے باوجود منہ کی کھانی پڑی اور پاکستان کے مسلمان حب الوطن من الایمان کی عملی تصویر بن گئے۔

یہ اس قدر فطری امر ہے کہ حیوانات تک بھی اپنے ٹھکانے، بل، کچھار وغیرہ سے محبت کرتے ہیں اور اس کی محبت میں جان تک لڑا دینا فطری تقاضا سمجھا جاتا ہے۔ حضرت شیخ سعدیؒ کہتے ہیں کہ وطن کا کانٹا بھی سنبل اور ریحان سے زیادہ عزیز ہوتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام جو مصر میں حکومت کرتے تھے کنعان کے بھکاری کو بھی اس حکومت سے بہتر خیال کرتے تھے کیونکہ کنعان ان کا وطن تھا اور حاکم ہونے کے باوجود وطن کی خوشبو اور محبت مصر میں نہ تھی۔

ایک زمانہ تھا کہ دکن (حیدر آباد) میں جو اسلامی حکومت تھی وہ علم پرور تھی۔ سارے ملک کے قابل لوگوں کی قدر کرتی تھی۔ ان کے وظیفے اور روزینے مقرر تھے۔ اسی زمانے میں دلی میں بہادر شاہ ظفر کی حکومت تھی اور بہادر شاہ کے استاد محمد ابراہیم ذوق کا شہرہ سارے ہندوستان میں تھا۔ دکن کے حکمران نے ایک معقول زر و مال کے ساتھ اپنے ایک نمائندے کو دلی بھیجا تا کہ وہ ذوق کو حیدر آباد لے آئے۔

نمائندہ دلی پہنچا۔ ذوق کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مال و زر پیش کیا اور نظام دکن کی طلبی کا پروانہ دکھایا۔ ذوق نے نقدی دیکھی، خلعت دیکھی، مستقبل کی بہتری کی خبر پائی اور نمائندے سے کہا:

میاں! کیا حیدر آباد میں ایسی شاہی مسجد ہے؟

نمائندے نے کہا۔ حضرت! اس کا تو دنیا میں کہیں ثانی نہیں ہے۔

ذوق نے پھر پوچھا۔ کیا وہاں ایسا شاہی قلعہ ہے؟

نمائندہ بولا۔ حضرت! یہ چیزیں تو خالص دلی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ آج مال و دولت اور ترقی حیدر آباد کے ساتھ مخصوص ہے۔ چلیے اور بہار دیکھیے۔

ذوق نے کہا: جہاں دلی جیسی کوئی چیز بھی موجود نہیں، اس کے لئے میں اپنا وطن نہیں چھوڑ سکتا۔ جایئے اور یاد رکھیے:

گرچہ دکن میں بہت ہے آج کل قدرِ سخن   کون جائے ذوق پر دلی کی گلیاں چھوڑ کر

وطن کا تصور مغرب میں ایک محدود خطے کا ہے جہاں ایک ہی نسل یا ایک ہی زبان بولنے والے افراد کا مجمع ہو۔ مگر اسلام اس تصور کو نہیں مانتا۔ وہ کہتا ہے:

ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست

(ترجمہ: مسلمان دنیا کے چاہے کسی خطے میں رہتا ہو، وہ مسلمان قوم کا فرد ہے۔)

گیس پیپر اینڈ ماڈل پیپر # 5 (Reduced Syllabus)

وقت: 20 منٹ | حصہ اول | کل نمبر: 15

نوٹ: حصہ اول لازمی ہے۔ اس کے جوابات پرچے پر ہی دیے جائیں گے۔ اس کو پہلے بیس منٹ میں مکمل کر کے ناظم مرکز کے حوالے کر دیا جائے۔ کاٹ کر دوبارہ لکھنے کی اجازت نہیں۔ لیڈ پنسل کا استعمال ممنوع ہے۔

سوال نمبر 1: نصابی کتاب کی روشنی میں درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ آخری عمر میں علامہ اقبالؒ کا کھانا پینا کم ہو گیا تھا۔

الف۔ بڑھاپے کی وجہ سے　ب۔ دمے کی وجہ سے
ج۔ گلے کی خرابی کی وجہ سے　د۔ معدے کی خرابی کی وجہ سے

۲۔ علی بخش کے مطابق ڈاکٹر اقبالؒ کی پسندیدہ خوراک کیا تھی؟

الف۔ پلاؤ　ب۔ سیخ کباب　ج۔ پلاؤ اور سیخ کباب　د۔ چپلی کباب اور زردہ

۳۔ حکومت نے علی بخش کو کتنی زمین الاٹ کی؟

الف۔ آدھا مربع　ب۔ ایک مربع　ج۔ دو مربعے　د۔ تین مربع

۴۔ علامہ اقبالؒ کون سا پھل پسند کرتے تھے؟

الف۔ انگور　ب۔ لوکاٹ　ج۔ آم　د۔ خوبانی

۵۔ ڈاکٹر اقبالؒ رات کتنے بجے جائے نماز پر جا بیٹھتے؟

الف۔ ایک بجے　ب۔ دو بجے　ج۔ اڑھائی بجے　د۔ دو اڑھائی بجے

۶۔ ڈاکٹر اقبالؒ کو سوتے ہوئے جھٹکا لگتا تو کیا کرتے تھے؟

الف۔ دوائی لے لیتے　ب۔ علی بخش سے گردن کے پٹھے دبواتے
ج۔ سو جاتے　د۔ بے چین ہو کر ٹہلنے لگتے

۷۔ شاہ اسمٰعیل، شاہ ولی اللہ کے:

الف۔ بھائی تھے　ب۔ باپ تھے　ج۔ بیٹے تھے　د۔ پوتے تھے

۸۔ نہرو رپورٹ شائع ہوئی:

الف۔ 1926ء میں　ب۔ 1927ء میں　ج۔ 1928ء میں　د۔ 1929ء میں

۹۔ مصنف نے دوست کے ہاں پورے دن میں لکھا:

الف۔ ایک سطر ب۔ ایک ناول ج۔ ایک مضمون د۔ ایک افسانہ

۱۰۔ سلیم پور میں مصنف نے پہلے دن شکار کھیلا:

الف۔ شیر کا ب۔ آبی پرندوں کا ج۔ مرغابی کا د۔ مچھلی کا

۱۱۔ یہ نعت کس شاعر کا ہدیہ عقیدت ہے؟

الف۔ حفیظ جالندھری ب۔ حفیظ تائب ج۔ احسان دانش د۔ ماہر القادری

۱۲۔ کون سا راستہ ہے جہاں باد صر صر صبا ہو گئی ہے؟

الف۔ راہ محبت ب۔ دیار وفا ج۔ رود یار غیر د۔ راہ وفا

۱۳۔ وہ جملہ جس میں کسی بات کی خبر دی جائے ______ کہلاتا ہے۔

الف۔ جملہ خبریہ ب۔ جملہ اسمیہ ج۔ جملہ فعلیہ د۔ جملہ انشائیہ

۱۴۔ وہ جملہ جس میں مسند اور مسند الیہ دونوں اسم ہوں ______ کہلاتا ہے۔

الف۔ جملہ اسمیہ خبریہ ب۔ جملہ فعلیہ خبریہ ج۔ جملہ انشائیہ د۔ جملہ خبریہ

۱۵۔ جملے کے اجزا کو الگ کرنا اور ان کے باہمی تعلق کو ظاہر کرنا ______ کہلاتا ہے۔

الف۔ فعل ب۔ ترکیب نحوی ج۔ مفعول د۔ فاعل

وقت: 2:40 گھنٹے کل نمبر: 60

نوٹ: حصہ دوم اور سوم 02 صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان سوالات کے جوابات علیحدہ سے مہیا کی گئی جوابی کاپی پر دیں۔ ایکسٹرا شیٹ طلب کرنے پر مہیا کی جائے گی۔ آپ کے جوابات صاف اور واضح ہونے چاہئیں۔

حصہ دوم (کل نمبر ۳۰)

سوال نمبر2: دیئے گئے ہر حصے میں دی گئی ہدایات کے مطابق شامل نصاب کتاب کی روشنی میں تین سے پانچ سطروں تک محدود جوابات لکھیں۔

الف: حصہ نثر

کوئی سے چھ اجزا کے جوابات دیں۔ (6 × 2=12)

i. نام دیو نے پانی کی قلت کے زمانے میں چمن کو کیسے شاداب رکھا؟

ii. نام دیو مالی نے انعام لینے سے کیوں انکار کیا؟

iv. نام دیو کی موت کا سبب کیا تھا؟

v. مصنف کے خیال میں اچھا انسان کیسے بن سکتا ہے؟

vi. نام دیو مالی کے اوصاف میں سب سے نمایاں وصف کیا ہے؟

vii. نام دیو مالی کون تھا؟ (بحوالہ سبق "نام دیو مالی")

ب: حصہ شعر

کوئی سے چھ اجزا کے جوابات دیں۔ (6 × 2=12)

i. اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات کون سا ایک لفظ کہہ کر بنائی ہے؟ (بحوالہ نظم "حمد")

ii. نعت کے پہلے شعر میں حضور ﷺ کی کون سی صفات بیان کی گئی ہے؟(بحوالہ نظم "نعت")

iii. میر انیس نے پہلے بند میں زباں کو کس چیز سے تشبیہ دی ہے؟(بحوالہ نظم "میدان کربلا میں گرمی کی شدت")

iv. "برسے ہوئے بادل" سے کون مراد ہے؟؟(بحوالہ نظم "فاطمہ بنت عبداللہ")

v. حمد میں خالق کی کن مخلوقات کا ذکر کیا گیا ہے؟(بحوالہ نظم "حمد")

vi. اس غزل کے مطلع کی نشان دہی کیجیے اور اپنی کاپی میں اسے الگ لکھیے۔(بحوالہ غزل "جگر مراد آبادی")

vii. کون سے راستے پر چلنے سے مصیبت خوشی میں تبدیل ہو جاتی ہے؟؟ (بحوالہ غزل "حسرت موہانی")

ج: حصہ قواعد

کوئی سے تین اجزا کو حل کریں۔ (3 × 2 = 6)

i. "ارسہ دیانت دار ہے" جملے میں مبتدا، خبر اور فعل ناقص کی نشاندہی کریں۔

ii. قانونی اور تکنیکی انداز بیان کی ایک ایک مثال تحریر کریں۔

iii. "در در کی خاک چھاننا" اور "زندگی دو بھر ہونا" کو اس طرح جملوں میں استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔

iv. خاکہ کی تعریف کیجیے اور اپنی کتب میں سے کسی خاکہ کی مثال دیجیے۔

حصہ سوم (کل نمبر ۳۰)

سوال نمبر ۳: مصنف اور سبق کا حوالہ دیتے ہوئے کسی ایک نثر پارے کی تشریح کریں۔ (1/2+1/2+4=5)

الف۔ وہ خود بھی بہت صاف ستھرا رہتا تھا اور ایسا ہی اپنے چمن کو بھی رکھتا۔ اس قدر پاک صاف جیسے رسوئی کا چوکا۔ کیا مجال جو کہیں گھاس پھونس یا کنکر پتھر پڑا رہے۔

ب۔ یہ وہ وقت تھا کہ قحط نے لوگوں کے اوسان خطا کر رکھے تھے اور انھیں پینے کو پانی مشکل سے میسّر آتا تھا مگر یہ خدا کا بندہ کہیں نہ کہیں سے لے ہی آتا اور اپنے پودوں کی پیاس بجھاتا۔ جب پانی کی قلت اور بڑھی تو اس نے راتوں کو بھی پانی ڈھو ڈھو کے لانا شروع کیا۔ پانی کیا تھا، یوں سمجھیے کہ آدھا پانی اور آدھی کیچڑ ہوتی تھی لیکن یہی گدلا پانی پودوں کے حق میں آبِ حیات تھا۔

سوال نمبر ۴: شاعر اور نظم کا حوالہ دیتے ہوئے کسی ایک نظم پارے کی تشریح کریں۔ (1/2+1/2+4= 5)

الف۔ وہی ہے کائنات اور اس کی مخلوقات کا خالق ہے
نباتات و جمادات اور حیوانات کا خالق
وہی خالق ہے دل کا اور دل کے نیک ارادوں کا
وہی مالک ہمارا اور ہمارے باپ دادوں کا

ب۔ بجھے گا نہ جس کا چراغِ محبت
وہ پیغمبر ذی وقار آگیا ہے
زمانے کو اب اپنی منزل مبارک
کہ اک خضر صدرہ آگیا ہے

سوال نمبر ۵: شاعر کا حوالہ دیتے ہوئے مندرجہ ذیل میں سے کوئی سے دو اشعار کی تشریح کریں: (1/2+1/2+2+2= 5)

الف۔ مصیبت بھی راحت فزا ہو گئی ہے — تری آرزو رہنما ہو گئی ہے

ب۔ آدمی آدمی سے ملتا ہے — دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

ج۔ یہ وہ راستا ہے دیارِ وفا کا — جہاں بادِ صرصر، صبا ہو گئی ہے

سوال نمبر ۶: "شیر کا گھر" کے موضوع پر کہانی لکھیں۔ (5)

سوال نمبر ۷: دیے گئے اشارات کی مدد سے کسی ایک موضوع پر ڈھائی سو سے تین سو الفاظ مشتمل ایک مضمون لکھیں: (10)

الف۔ زم۔زم / عظیم قربانی

خاکہ: i۔ مکہ مکرمہ کا متبرک شہر۔
ii۔ حضرت ابراہیمؑ اپنی بیوی ہاجرہؑ اور اپنے ننھے بچے کو اللہ کے حکم کے مطابق ریگستان میں چھوڑ آئے۔
iii۔ شیر خوار بچے کا پیاس سے تڑپنا — iv۔ حضرت ہاجرہؑ کی پانی کی تلاش
v۔ بچے کی ایڑھیوں سے پانی کے چشمے (زم۔زم) کا پھوٹنا۔

ب۔ شہری زندگی کے مسائل

خاکہ: i۔ ٹریفک کا ہجوم
ii۔ مضرِ صحت اشیاء
iii۔ تنگ و تاریک فلیٹ
iv۔ ہسپتالوں کی کمی

حل گیس پیپر اینڈ ماڈل پیپر 5# (Reduced Syllabus)

جوابات حصہ معروضی

١	٢	٣	۴	۵	٦	٧	٨
ج	ج	ب	ج	د	ب	د	ج
٩	١٠	١١	١٢	١٣	١۴	١۵	
الف	د	ج	ب	الف	الف	ب	

حصہ دوم (کل نمبر ٣٠)

سوال نمبر2: دیئے گئے ہر حصے میں دی گئی ہدایات کے مطابق شامل نصاب کتاب کی روشنی میں تین سے پانچ سطروں تک محدود جوابات لکھیں۔

الف: حصہ نثر

کوئی سے چھ اجزا کے جوابات دیں۔ (6 × 2=12)

i. نام دیو نے پانی کی قلت کے زمانے میں چمن کو کیسے شاداب رکھا؟

جواب: پانی کی قلت کے زمانے میں نام دیو مالی کہیں نہ کہیں سے پانی ڈھونڈ لاتا تھا۔ اس طرح اپنے پودوں کی پیاس بجھاتا۔ جب پانی کی قلت مزید بڑھ گئی تو اس راتوں کو بھی پانی ڈھو ڈھو کے لانا شروع کر دیا۔ اس طرح پانی کی قلت کے زمانے میں بھی نام دیو کا چمن شاداب رہتا تھا۔

ii. نام دیو مالی نے انعام لینے سے کیوں انکار کیا؟

جواب: نام دیو پودوں کو اپنے بچوں کی طرح پیار کرتا، ان کی خدمت کرتا۔ جب مصنف نے انعام کی پیشکش کی تو اس نے یہ کہہ کر انعام لینے سے انکار کر دیا کہ بچوں کے پالنے پوسنے میں کوئی انعام کا مستحق نہیں ہوتا۔

iii. لوگ بچوں کے علاج کے لیے نام دیو کے پاس کیوں آتے تھے؟

جواب: لوگ بچوں کے علاج کے لیے اس لیے نام دیو کے پاس آتے تھے کیونکہ اُسے باغوں میں رہتے ہوئے جڑی بوٹیوں کی شناخت ہو گئی تھی۔ خاص طور پر بچوں کے علاج میں اُسے بہت مہارت تھی۔

iv. نام دیو کی موت کا سبب کیا تھا؟

جواب: ایک دن شہد کی مکھیوں کی یورش ہوئی۔ سب مالی بھاگ بھاگ کر چھپ گئے۔ نام دیو کو خبر بھی نہ ہوئی کہ کیا ہو رہا ہے۔ وہ اپنے کام میں مصروف رہا۔ اسے خبر نہ تھی

.v مصنف کے خیال میں اچھا انسان کیسے بن سکتا ہے؟

جواب: مصنف کے خیال میں اچھا آدمی ایسے بنا جا سکتا ہے کہ خدا نے جو صلاحیت انسان کو دی ہے اُسے درجہ کمال تک پہنچایا جائے اور اس صلاحیت سے مخلوق خدا کو فیض پہنچایا جائے۔

.vi نام دیو مالی کے اوصاف میں سب سے نمایاں وصف کیا ہے؟

جواب: کام سے عشق نام دیو مالی کے اوصاف میں سب سے نمایاں وصف تھا۔

.vii نام دیو مالی کون تھا؟ (بحوالہ سبق "نام دیو مالی")

جواب: نام دیو مقبرہ رابعہ دورانی اور رنگ آباد کے باغ میں مالی تھا۔ وہ نیچ ذات سے تعلق رکھتا تھا لیکن بہت سی خوبیوں کا مالک تھا۔

ب: حصہ شعر

کوئی سے چھ اجزا کے جوابات دیں۔ (6 × 2=12)

.i اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات کون سا ایک لفظ کہہ کر بنائی ہے؟ (بحوالہ نظم "حمد")

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات "کُن" کا لفظ کہہ کر بنائی ہے۔

.ii نعت کے پہلے شعر میں حضور ﷺ کی کون سی صفات بیان کی گئی ہے؟ (بحوالہ نظم "نعت")

جواب: نعت کے پہلے شعر میں حضور ﷺ کی درج ذیل صفات بیان کی گئی ہیں۔

1۔ آپ ﷺ دوعالم کے مددگار ہیں۔

2۔ دین اسلام اور پیغام الٰہی کے امین ہیں۔

3۔ غریبوں کے غمگسار اور ہمدرد ہیں۔

.iii میر انیس نے پہلے بند میں زبان کو کس چیز سے تشبیہ دی ہے؟ (بحوالہ نظم "میدان کربلا میں گرمی کی شدت")

جواب: میر انیس نے پہلے بند میں زبان کو شمع سے تشبیہ دی ہے۔ ان کے خیال میں اگر زبان میدان کربلا کی گرمی کو بیان کرے گی تو اس کی حدت سے شمع کی طرح جلنے لگے گی۔

.iv "برسے ہوئے بادل" سے کون مراد ہے؟؟ (بحوالہ نظم "فاطمہ بنت عبداللہ")

جواب: برسے ہوئے بادل سے شاعر کی مراد مسلمان اُمت ہے۔ علامہ کے نزدیک مسلمان قوم ایک بادل کی طرح تھی جس کے اندر اتنا جوش اور جذبہ تھا کہ اس کے اندر ہر وقت بجلی بھری رہتی تھی، آج یہ حالت ہے کہ مسلمان برسے ہوئے بادل کی مانند ہو کر رہ گئے ہیں۔ یعنی ان کے اندر پائی جانے والی حدت اور تپش خاموش ہو کر رہ گئی ہے، صرف اس سوئے ہوئے جذبہ کو باعمل بنانے اور ابھارنے کی ضرورت ہے۔

.v حمد میں خالق کی کن مخلوقات کا ذکر کیا گیا ہے؟ (بحوالہ نظم "حمد")

vi. اس غزل کے مطلع کی نشان دہی کیجیے اور اپنی کاپی میں اسے الگ لکھیے۔ (بحوالہ غزل "جگر مراد آبادی")

جواب: اس غزل کی مطلع پہلا شعر ہے۔

آدمی آدمی سے ملتا ہے   دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

vii. کون سے راستے پر چلنے سے مصیبت خوشی میں تبدیل ہو جاتی ہے؟؟ (بحوالہ غزل "حسرت موہانی")

جواب: اللہ کی رضا کے لیے اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے سے مصیبت خوشی میں تبدیل ہو جاتی ہیں یعنی جب رضائے الٰہی مقصد ہو جاتا ہے تو پھر اس راہ میں آنے والی کسی مصیبت اور پریشانی کی پرواہ نہیں رہتی۔

ج: حصہ قواعد

کوئی سے تین اجزا کو حل کریں۔ $(3 \times 2 = 6)$

i. "ارسہ دیانت دار ہے" جملے میں مبتدا، خبر اور فعل ناقص کی نشاندہی کریں۔

جواب: اس جملے میں ارسہ ـــــ مبتدا   دیانت دار ـــــ خبر   ہے ـــــ فعل ناقص

ii. قانونی اور تکنیکی انداز بیان کی ایک ایک مثال تحریر کریں۔

جواب: قانونی انداز بیان کی مثال: "آپ کا تبادلہ زیر چٹھی نمبر ۲۱۲/ای بتاریخ ۲۳۔ اگست ۲۰۱۳ء میں کر دیا گیا ہے۔"

تکنیکی انداز بیان کی مثال: کمپیوٹر کے سافٹ ویئر اور ہارڈ ویئر کا فرق معلوم ہونا چاہیے۔

iii. "دردر کی خاک چھاننا" اور "زندگی دو بھر ہونا" کو اس طرح جملوں میں استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔

جواب: دردر کی خاک چھاننا: اس نے نوکری کی تلاش میں دردر کی خاک چھانی لیکن اسے کامیابی نہ ملی۔

زندگی دو بھر ہونا: موجودہ مہنگائی سے غریب آدمی کی زندگی دو بھر ہو گئی ہے۔

iv. خاکہ کی تعریف کیجیے اور اپنی کتاب میں سے کسی خاکہ کی مثال دیجیے۔

جواب: خاکہ: کسی شخص کی زندگی کے کچھ پہلوؤں کو اس طرح نمایاں کرنا کہ اس کا تعارف بھی ہو جائے مگر وہ اس کی سوانح نہ ہو، خاکہ کہلاتا ہے۔ خاکے میں اس شخص کے افکار و کردار، خوبیوں اور خامیوں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اردو میں مولوی عبدالحق، رشید احمد صدیقی، شاہد احمد دہلوی اور طفیل نے عمدہ خاکے لکھے ہیں۔

مثالیں: "مرزا محمد سعید" اور "نام دیو مالی" خاکہ کی مثالیں ہیں۔

حصہ سوم (کل نمبر ۳۰)

سوال نمبر ۳: مصنف اور سبق کا حوالہ دیتے ہوئے کسی ایک نثر پارے کی تشریح کریں۔ $(1/2+1/2+4= 5)$

الف۔ جواب: حوالہ متن: سبق کا عنوان: نام دیو مالی   مصنف کا نام: مولوی عبدالحق

باقاعدہ: قاعدے سے، طریقے سے۔ تھالوا: درخت کو پانی دینے کے لیے جگہ۔

سیاق و سباق: نام دیو، مقبرہ رابعہ دورانی اورنگ آباد کے باغ کا مالی تھا۔ وہ بہت محنت سے کام کرتا تھا۔ جب دیکھو وہ پودوں کے سامنے بیٹھا ان کی کیاریاں صاف کر رہا ہوتا یا پودوں کو پانی دینے میں مصروف ہوتا۔ اسے اپنے کام سے عشق تھا۔ جس وقت وہ پودوں کی دیکھ بھال میں مگن ہوتا اس وقت اسے اپنے اردگرد کی کوئی خبر نہ ہوتی۔ وہ پودوں اور درختوں کی دیکھ بھال اس طرح کرتا تھا جیسے کوئی باپ اپنی اولاد کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ باغ میں رہنے کی وجہ سے اسے جڑی بوٹیوں کی شناخت بھی ہو گئی تھی۔ وہ ان جڑی بوٹیوں کو بچوں کے علاج کے لیے استعمال کرتا تھا۔ مالی عام طور پر کاہل، سست اور کام چور ہوتے ہیں لیکن نام دیو بہت محنتی تھا اسے اپنے کام کے صلے میں کسی ستائش یا تعریف کی پرواہ نہیں تھی۔

تشریح: نام دیو تھا ایک نیچی ذات کا آدمی مگر اس کے باوجود وہ صاف ستھرا رہتا تھا۔ جس طرح وہ خود صاف ستھرا رہتا اسی طرح اپنے باغ کو بھی صاف ستھرا رکھتا تھا۔ باغ کی صفائی کی طرف وہ خاص طور پر دھیان دیتا تھا۔ باغ کی زمین اس طرح صاف ہوتی جس طرح باورچی خانے میں چولہے کے اردگرد کی جگہ صاف ہوتی ہے جہاں روٹی بنائی جاتی ہے۔ کسی طرف کوئی کنکر، پتھر یا گھاس پھونس نظر نہیں آتا تھا۔ اس نے باغ میں باقاعدہ راستے بنا رکھے تھے۔ یہ راستے بھی بہت صاف ستھرے تھے۔ پودوں کو پانی دینے کی جگہ بھی صاف ستھری تھی۔ جب نام دیو دیکھتا کہ درختوں کی شاخیں زیادہ ہو گئی ہیں اور بدنما معلوم ہو رہی ہیں تو وہ زائد شاخوں کو کاٹ کر درخت کو خوب صورت بنا دیتا۔ صبح سے شام تک وہ باغ کو خوب صورت بنانے میں لگا رہتا۔ قصہ مختصر کہ نام دیو کا باغ اس طرح چمک دار اور صاف ستھرا تھا جیسے کوئی آئینہ ہوتا ہے۔

ب۔ جواب: حوالہ متن: سبق کا عنوان: نام دیو مالی۔ مصنف کا نام: مولوی عبدالحق

حل لغت: کال: خشک سالی۔ اوسان خطا ہونا: پریشان ہونا، ہوش و حواس جاتے رہنا۔ میسر آنا: ملنا، مہیا ہونا۔ قلت: کمی۔
گدلا: میلا۔ آبِ حیات: امرت، ایسا خیالی پانی جس کے پینے سے موت نہیں آتی۔

سیاق و سباق: اکثر مالی کام چور اور سست ہوتے ہیں۔ وہ کام کے اوقات میں بھی آرام کرنا چاہتے ہیں جہاں کہیں مالک نظروں سے اوجھل ہوا وہ آرام کرنے لیٹ گئے لیکن نام دیو ایسا نہیں تھا۔ ایک سال ایسا ہوا کہ بارش نہ ہوئی۔ لوگ بوند بوند پانی کو ترس گئے۔ کام چور مالیوں نے شکر کیا کہ اب انھیں باغ کی زیادہ دیکھ بھال نہیں کرنا پڑے گی کیوں کہ پانی ہی موجود نہیں تھا۔ اس وجہ سے ان کے باغ اجڑ گئے لیکن نام دیو کا باغ ایسے وقت میں بھی ہرا بھرا اور سرسبز و شاداب تھا کیوں کہ وہ اپنے باغ کے لیے کہیں نہ کہیں سے پانی حاصل کر ہی لیتا تھا۔ اس کام کے صلے میں وہ کسی انعام کا بھی متمنی نہیں تھا۔ اگر کوئی اسے انعام دینے کی کوشش کرتا تو وہ کہتا "کیسی ہی تنگی اور ترشی کیوں نہ ہو ایک باپ اپنی اولاد کو پالتا ہی ہے۔ یہ پودے بھی میری اولاد کی طرح ہیں۔ میں ان کی نگہداشت کے سلسلے میں کسی قسم کا انعام نہیں لینا چاہتا۔"

تشریح: کام سے سچی لگن ہو تو کام احسن طریقے سے پایہ تکمیل تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ ایک سال قحط کی وجہ سے پانی کی کمی ہو گئی۔ ایسے میں باغ کے مالک پریشان ہو گئے۔ انھیں ڈر تھا کہ پانی نہ ہونے کی وجہ سے پودے مرجھا جائیں گے اور ان کا باغ اجڑ جائے گا۔ لوگوں کو پینے کے لیے بھی پانی میسا نہیں ہوتا تھا مگر نام دیو اپنے پودوں کے لیے کہیں نہ کہیں سے پانی لے ہی آتا۔ وہ اس پانی سے اپنے پودوں کی پیاس بجھاتا۔ جب پانی ملنے میں اور زیادہ کمی واقع ہو گئی تو نام دیو راتوں کو اٹھ اٹھ کر جاتا اور اپنے پودوں کے لیے پانی تلاش کرتا۔ ایسے میں وہ جوہڑوں کا پانی ہی ڈھونڈ پاتا جس میں آدھا پانی ہوتا اور آدھا گارا اور کیچڑ، لیکن یہی گارا اور کیچڑ پودوں کی زندگی کا ضامن ہوتا۔ یوں محسوس ہوتا جیسے یہ پانی پودوں کو قیامت تک زندہ رکھے گا۔

سوال نمبر ۴: شاعر اور نظم کا حوالہ دیتے ہوئے کسی ایک نظم پارے کی تشریح کریں۔ (1/2+1/2+4= 5)

الف۔ جواب: نظم کا عنوان: حمد شاعر کا نام: حفیظ جالندھری

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ ہر شے کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اس کائنات میں موجود مخلوق کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ ان میں انسان، حیوان، پرندے، پودے، درخت، آبشاریں، پہاڑ، سمندری مخلوق شامل ہے۔ جاندار اور بے جان ہر شے اللہ کی بنائی ہوئی ہے۔ وہی زندگی دیتا ہے وہی مارتا ہے۔ وہی مردہ زمین سے پودے، درخت، پھل، سبزیاں اناج اُگاتا ہے۔ یہ اسی کی شان ہے کہ ایک بیج کیسے تناور درخت بن جاتا ہے۔ کائنات کے ذرے ذرے سے خواہ وہ جاندار ہو یا بے جان اس کا عکس نظر آتا ہے۔ اس شعر میں شاعر نے خالقِ کون و مکاں کے احاطہ قدرت کی وسعت کو بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ صرف انسان کا ہی نہیں بلکہ اس کے وجود میں موجود قلب و نظر کا بھی خالق ہے، انسان کے دل میں پیدا ہونے والے تمام نیک ارادوں، خواہشات اور نیتوں کا بھی خالق ہے۔ ہر ایک نیک عمل اور صالح فعل کی تحریک انسانی دل میں قدرت خداوندی کی جانب سے ہی ہوتی ہے۔ وہ نہ صرف ہمارا خالق و مالک ہے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جتنے انسان پیدا ہو چکے ہیں اور قیامت تک جو مخلوقات کرۂ ارض پر تخلیق ہوں گی اللہ سب کا خالق و مالک ہے۔ وہی خالقِ کون و مکاں اور مالکِ دو جہاں ہے۔

ب۔ جواب: نظم کا عنوان: نعت شاعر کا نام: احسان دانش

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ ہمارے درمیان نبی پاک ﷺ کی عظیم اور بردبار ہستی تشریف لے آئی ہے حضرت محمد ﷺ نے تمام دنیا کو اسلام کے نور سے منور کر دیا ہے۔ دنیا میں ہر جانب اسلام کی روشنی پھیل گئی ہے۔ آپ ﷺ نے محبت و اخوت کی جو شمع روشن کی ہے وہ کبھی نہیں بجھے گی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے تمام انسانیت کو محبت کا درس دیا۔ زندگی گزارنے کا صحیح طریقہ اور سلیقہ نبی کریم ﷺ نے ہی ہمیں دیا۔ اسلام اللہ تعالیٰ کا دین ہے اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ کی تعلیمات رہتی دنیا تک ہمارے لیے مشعلِ راہ بنی رہیں گی۔ شاعر احسان دانش مسلمانوں کو بہت بہت مبارکباد دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارے درمیان ایک ایسے رہنما تشریف لے آئے ہیں کہ جن کی تعلیمات پر عمل کر کے ہم اپنی دنیا اور آخرت سنوار سکتے ہیں۔ آپ ﷺ کی ہستی حضرت خضر علیہ السلام کی طرح ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام بھٹکے ہوؤں کو راستہ دکھاتے تھے۔ آپ ﷺ بھی تمام بھٹکے انسانوں کے لیے شمعِ ہدایت ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی شکل میں ہمیں بے مثال رہنما میسر آگیا۔ شاعر نے تمام مسلمانوں کو مبارک باد دی ہے کہ اب ہم اپنے خدا کو پہچان کر جنت پا لیں گے کیونکہ نبی کریم ﷺ جیسے رہنما ہمارے درمیان موجود ہیں۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

طوفانِ زندگی کا سہارا تمہی تو ہو دریائے مغفرت کا کنارہ تمہی تو ہو

سوال نمبر ۵: شاعر کا حوالہ دیتے ہوئے مندرجہ ذیل میں سے کوئی سے دو اشعار کی تشریح کریں: (1/2+1/2+2+2=5)

الف۔ مُصیبت بھی راحت فزا ہو گئی ہے تری آرزو رہنما ہو گئی ہے

جواب: شاعر کا نام: حسرت موہانی

تشریح: غزل کے پہلے شعر میں شاعر کہتا ہے کہ محبت میں مبتلا انسان محبوب کو دیکھنے کی تڑپ میں دن رات تڑپتا رہتا ہے خدا سے دعائیں کرتا ہے کہ کسی طرح اس کا محبوب اسے مل جائے۔ یوں وہ اللہ کے قریب ہو جاتا ہے عشق حقیقی تک پہنچنے کے لیے عشق مجازی کی سیڑھی سے گزرنا پڑتا ہے۔ یوں یہ محبت کی تکلیف اسے اللہ تعالیٰ کے راستے پر گامزن کر دیتی ہے اور جسے خدا مل جائے اسے کسی چیز کی تمنا نہیں رہتی۔

سو عشق کی مصیبت شاعر کے لیے سکونِ قلب کا پیغام لے کر آئی۔ اسے دنیا کی بے ثباتی کا علم حاصل ہو گیا ہے۔ اسے پتا چل گیا کہ زندگی کا مقصد کیا ہے؟ شاعر کو محبوب کی یاد اللہ کے قریب لے گئی اور پھر اس کی تمام مشکلات دور ہو گئیں۔ شاعر کہتا ہے کہ میرے محبوب کی آرزو، چاہت اور خواہش اگر میرا مقصد ہے تو اس کی خوشنودی کے لیے میں ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کر لوں گا۔ اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر شاعر کہتا ہے کہ اگر تیری آرزو، تیری خواہش مجھے حاصل ہو جائے تو ہر مصیبت

ب۔ آدمی آدمی سے ملتا ہے — دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

جواب: شاعر کا نام: جگر مراد آبادی

تشریح: اس شعر میں شاعر کہتا ہے کہ انسان ایک معاشرتی حیوان ہے روزمرہ کی زندگی میں بہت سے لوگوں سے پالا پڑتا رہتا ہے۔ لیکن ہم مزاج لوگ بہت مشکل سے ملتے ہیں۔ شاعر کے اردگرد بھی بے شمار لوگ ہیں مگر بہت کم ایسے ہیں جو اس کے ہم مزاج ہیں یا جو اس کے احساس و جذبات کو سمجھ سکتے ہیں۔ زندگی میں آدمی سے آدمی ملتا ہے میل ملاقات کا سلسلہ جاری رہتا ہے مگر بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ انسان کسی کے ساتھ دل جائے یعنی ایسا بہت مشکل سے ہوتا ہے کہ انسان اپنا دلی اور قلبی تعلق ہر کسی سے قائم کر لے۔

ج۔ یہ وہ راستہ ہے دیارِ وفا کا — جہاں بادِ صرصر، صبا ہو گئی ہے

جواب: شاعر کا نام: حسرت موہانی

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ رب العزت سے سچی محبت و عقیدت کا راستہ وہ راستہ ہے جس پر چلنے والے کو آندھی، طوفان بھی بادِ صبا کی طرح سکون و قرار بخشتے ہیں۔ یعنی عشق الٰہی کی راہ میں آنے والی دنیاوی مصائب و آلام میں بھی عاشق الٰہی کو روحانی سکون ملتا ہے۔ شاعر مزید کہتا ہے کہ "خدا کی محبت" خدا کی راہ پر چلنے کا وہ راستہ ہے جس جگہ تیز آندھی سہانی ہوا میں بدل جاتی ہے۔ انسان کی دکھ تکالیف ختم ہو جاتی ہیں۔ نفسانی خواہشات کا بازار بند ہو جاتا ہے۔ انسان حقیقت تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ صرف راہ مستقیم ہی وہ راستہ ہے جو خدا سے ملاتا ہے یہ نیکی کا مقام ہے اور جائے سکون کی بے قراری اور بے چینی راحت و سکون میں بدل جاتی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ دیارِ وفا کا راستہ ہے جہاں آندھی اور طوفان بھی بادِ صبا کی طرح سکون دیتے ہیں یعنی محبوب تک پہنچنے کی خواہش وہ جذبہ ہے جو عاشق کو مصیبت اور تکلیف کا احساس تک نہیں ہونے دیتا اور وہ خوشی سے مصائب و آلام کا مقابلہ کرتا ہوا آگے بڑھتا جاتا ہے۔

سوال نمبر ۹: "شیر کا گھر" کے موضوع پر کہانی لکھیں۔ (5)

جواب:

شیر کا گھر

شیر پور کا گاؤں دریا سے ذرا ہٹ کر آباد تھا۔ گاؤں اور دریا کے درمیان سرسبز کھیت تھے۔ دریا پار ایک جنگل تھا، جس میں جنگل کا بادشاہ شیر رہتا تھا اور اس کے ساتھ اور بھی کئی شیر اپنی اپنی کچھار میں دہاڑا کرتے تھے۔ دریا کشتی کے ذریعے عبور کیا جاتا تھا، کیونکہ دریا پر کوئی پل نہ تھا۔ شیر پور میں ایک بڑھئی رہتا تھا، جو اپنے کام میں استاد مانا جاتا تھا۔ ایک دن اسے لکڑی کا پنجرا بنانے کے لیے لکڑی کی ضرورت تھی اس نے علی الصبح اپنے بیٹے کو ساتھ لیا اور دریا کے پار جنگل میں چلا گیا۔ ایک درخت سے لکڑی کاٹی اور پنجرا بنانے لگا۔ وہ اپنے کام میں مصروف تھا کہ ایک شیر آ گیا اور بولا۔ "بڑے میاں! کیا بناتے ہو؟"

بڑھئی نے جواب دیا۔ "جنگل کے بادشاہ کا گھر بنا رہا ہوں۔"

شیر نے کہا۔ "اس چھوٹے سے پنجرے میں ہم کیسے سما سکتے ہیں۔؟"

بڑھئی نے جواب دیا۔ "جنگل کے بادشاہ! اس میں داخل ہو کر دیکھ لیجیے۔"

شیر نے آؤ دیکھا نہ تاؤ پنجرے میں داخل ہو گیا۔ بڑھئی نے فوراً دروازہ بند کر دیا۔ اب شیر قید تھا اور پنجرے سے نکلنے کے لیے بے تاب، بڑھئی نے بیٹے سے کہا۔ لوٹا لاؤ اور آگ جلا کر پانی کو خوب گرم کرو۔ لڑکے نے ایسے ہی کیا۔ جب پانی ابلنے لگا تو بڑھئی نے لوٹا اٹھایا اور شیر پر ڈالنے لگا۔ جوں جوں ابلتا ہوا پانی پڑتا، شیر تڑپتا، حتیٰ کہ اس کے بدن کی کھال تک جل گئی اور شیر ادھ موا سا ہو گیا۔ بڑھئی نے یہ دیکھ کر پنجرے کا دروازہ کھول دیا۔ شیر باہر نکلا اور بے تحاشا جنگل کو بھاگ گیا۔ بڑھئی نے خدا کا شکر ادا کیا کہ
جان بچی اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ جنگل سے تین شیر آتے ہوئے دکھائی دیے۔ بڑھئی اور اس کا بیٹا درخت پر چڑھ گئے۔ شیر درخت کے نیچے آئے انھیں درخت پر چڑھنا نہیں آتا تھا۔ آخر جلا ہوا شیر نیچے کھڑا ہو گیا۔

دوسرا شیر اس کی پیٹھ پر چڑھ کر کھڑا ہو گیا۔ بڑھئی نے دیکھا کہ اب ہماری خیر نہیں۔ اس نے چلا کر کہا۔ "تو جلاؤ"

یہ سنا تھا کہ نیچے والا شیر بھاگا اوپر والے دونوں شیر بھی اوپر نیچے گرے اور بھاگ نکلے۔ جنگل میں جا گھسے اور پھر ادھر آنے کی کبھی کوشش نہ کی۔ بڑھئی کی حاضر دماغی نے نہ صرف شیروں کو بھگا دیا، بلکہ یہ بھی ثابت کر دیا کہ انسان جنگل کے بادشاہوں کا بھی بادشاہ ہے۔

سوال نمبر۷: دیے گئے اشارات کی مدد سے کسی ایک موضوع پر ڈھائی سو سے تین سو الفاظ مشتمل ایک مضمون لکھیں: (10)

الف۔ زم۔۔۔زم / عظیم قربانی

جواب:

زم۔۔۔زم / عظیم قربانی

آج سے ہزاروں سال پہلے کی بات ہے کہ جہاں آج مکہ مکرمہ کا متبرک شہر آباد ہے وہاں ریت اور سڑی ہوئی پہاڑیوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ دور دور تک کسی جاندار کا گمان تک نہ تھا۔ اسی زمانے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی ہاجرہ اور اپنے ننھے چند روزہ بچے کو لے کر یہاں آئے اور انھیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق یہاں چھوڑ کر چلے گئے۔

ماں اپنے ننھے شیر خوار کو لیے ایک پہاڑی کی اوٹ میں بیٹھ گئی۔ سورج بلند ہوتا گیا۔ دھوپ کی تیزی بڑھتی گئی۔ زمین تپی، ہوا جلی، گرم لو کے بھوکے آنے لگے۔ پانی کی چھاگل خشک ہونے لگی اور ذرا سی دیر میں سوکھ گئی۔ ماں بچے کے ہونٹ سوکھے، پھر زبان خشک ہوئی۔

ماں گھبرائی۔ ننھا سسکنے لگا۔ ماں کے ہوش اڑ گئے۔ اپنی پیاس بھول گئی۔ بچے کی حالت دیکھ کر تڑپی۔ ادھر ادھر دیکھا۔ ریت کے ذروں کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ اوپر دیکھا۔ آسمان کو دور پایا۔ نیچے دیکھا۔ زمین کو تنور پایا۔ پانی پانی ایک گھونٹ ایک قطرہ۔ میرے لئے نہیں، میرے بچے کے لئے، شیر خوار اسماعیلؑ کے لئے ابراہیمؑ کے خدا اس جنگل میں اس بیابان میں اس ریگستان میں، آگ کو گلستان بنانے والے اس آگ کے دریا میں پانی کا چشمہ بہا میرے ننھے کو ایک پانی کا قطرہ عطا فرما۔ اللہ میاں مجھے اپنی جان کی پروا نہیں اس ننھی جان پر کرم فرما۔

بچہ پیاس سے بے ہوش ہو چکا تھا۔ کبھی کبھی ٹانگیں ہلا دیتا۔ ماں نے اپنے منہ سے لعاب نکال کر اس کے منہ ڈالا، مگر دن کی تمازت ختم ہو تو زندگی کی امید پیدا ہو۔ ذرا دیر کو بچے کے سانس کی حالت ٹھیک ہوتی، پھر وہی خشکی، رگیں تک خشک کر دیتی۔

آخر بچے کی حالت نہایت نازک ہو گئی۔ ماں دیکھ نہ سکی مضطربانہ اٹھی بچے کو زمین پر لٹایا، مروہ پہاڑی پر چڑھی۔ بے تابی سے ادھر ادھر دیکھا۔ پانی کا نشان تک نہ پایا۔ پھر صفا کی پہاڑی کی طرف بھاگی، ساتھ ساتھ بھاگتی جاتی تھی اور ساتھ ساتھ بچے کی طرف دیکھتی جاتی تھی کہ کوئی درندہ نقصان نہ پہنچائے۔

اب ماں کی بے تابی کی حد نہ تھی۔ وہ بے تاب تھی۔ ہر طرف مایوسی کے سائے پھیلے ہوئے تھے۔ کبھی بچے کو دیکھتی اور کبھی آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتی، مگر ناکام واپس آتی۔ اسی طرح پہاڑیوں پر دوڑ رہی تھی کہ چھ پھیرے مکمل ہو گئے۔ ساتویں مرتبہ اللہ سے دعائیں کرتی ہوئی دوڑی اور واپس آئی تو دیکھا کہ بچے نے بے تابی سے جہاں ایڑیاں ماری اور رگڑیں تھیں وہاں سے پانی کا چشمہ پھوٹ رہا ہے۔

حضرت ہاجرہؑ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ بچے کو پانی پلایا۔ خود پیا اور چشمے کے گرد پتھروں کی منڈیر بنا دی اور فرمایا کہ زم زم یعنی اے پانی ٹھہر جا۔ اسی سے چشمے کا نام بھی "زم زم" ہوا اور چشمے کا مقدس پانی "زم زم" کہلایا اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے شفا کا پیغام لایا۔ عرب کے بدو پانی کی تلاش میں ریگستان کے ذرے ذرے کا منہ دیکھتے

ب۔ شہری زندگی کے مسائل

جواب:

شہری زندگی کے مسائل

آج شہری زندگی مسائل کے تانوں بانوں میں الجھ کر رہ گئی ہے۔ صبح سے شام تک بیسیوں ایسے مسائل ہیں جن سے شہریوں کا واسطہ پڑتا ہے۔ اگر ان کا جائزہ لیں تو صورت حال کچھ یوں نظر آتی ہے۔

صبح اٹھتے ہی جب نلکا کھولا جائے تو پانی ندارد، بچے سکول جانے کے لیے پریشان اور والدین اپنے دفتروں میں جانے کے لیے مضطرب، اڑوس پڑوس میں نظر ڈالیے تو سوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہیں، جن گھروں میں پانی کے ذخیرے موجود ہیں، ادھر کا رخ کیجیے تو ایک کھرا جواب سن لیجیے، صاحب ہم مجبور ہیں آپ کو پانی دے دیں تو اپنے باغیچے کے لیے کہاں مارے مارے پھریں؟ چاروناچار آدھ کلو میٹر کے فاصلے پر سرکاری بنگلے کا رخ کیا تو زمین دوز نلکے میں سوئی کے ناکے کی طرح پانی ٹپک رہا ہے اور پانی کے طلب گاروں کی قطار اتنی طویل کہ باری آتے آتے سارے پروگرام ہی درہم برہم ہو جائیں۔ پھر بھی اس کے سوا چارہ نہیں کہ امیدواروں کی قطار میں جا کھڑے ہوں۔
دیر کی گھبراہٹ میں ایک دوسرے سے الجھنا اور ادھورا ناشتہ کیے اپنے منزل کی طرف چل پڑنا، گویا ہر گھر کا معمول ہے۔ ناشتا ہو بھی تو کیسے دودھ پانی کی طرح نہ دودھ کا مزہ نہ چائے کا ذائقہ۔ گرمی کے دنوں میں لسی پینا چاہیں تو بجز اس کے کوئی چارہ نہیں کہ یہ پانی حاصل کرنے کے لیے پانی کی قطار میں جا کھڑے ہوں یا دہی حاصل کرنے کے لیے دہی کی قطار میں لگ جائیں۔ دہی کا اچھا برا ہونا تو جدا بات ہے پراٹھے کی لذت سے بچے نا آشنا ہیں۔ ماؤں کو خود اپنی اپنی نوکریوں پر پہنچنے کی جلدی ہے وہ بھی سے ناشتا تیار کرنے سے قاصر ہیں۔ آٹا اس قدر ناقص کہ پہلے سے گوندھ کر رکھنا بھی ممکن نہیں۔

گھر سے قدم نکالتے ہی گوناگوں مسائل سے واسطہ پڑتا ہے۔ بس سٹاپ پر قطاروں کا لامتناہی سلسلہ، رکشا اور ٹیکسی ڈرائیوروں کے مزاج ہی نہیں ملتے۔ مقررہ نرخوں پر چلنے کے لیے کوئی آمادہ نہیں۔ دوگنے درچوگنے دام کوئی ایک دن کا سوال ہو تو دے بھی دیئے جائیں۔ جب اپنی باری آتی ہے تو راز کھلتا ہے کہ یہ تو ایک اور آزمائش ہے۔ وہ دھکم پیل کہ پناہ خدا۔ چھینا جھپٹی کا عجب عالم ہے۔ منہ سے وہ پھول جھڑ رہے ہیں کہ تہذیب یافتہ قوم کے فرد نظر ہی نہیں آتے۔ ظاہری اور باطنی حلیہ بگاڑے یہ لوگ پہچانے بھی نہیں جاتے، بچے بستوں کے بوجھ سے بے حال نہ انھیں کہیں رکھ سکتے ہیں نہ خود ہی کہیں بیٹھ سکتے ہیں۔ بچے سکول دیر سے پہنچتے ہیں جس پر استاد کی جھڑکیاں کھانا، سزا کے طور پر مزید گھنٹا بھر جماعت سے باہر کھڑے رہنا، بچوں کی زندگی کا ایک معمول بن چکا ہے۔ ان حالات میں بچے جب جماعت میں داخل ہوتے ہیں تو پھر ایک نئے مسئلے کا سامنا ہوتا ہے۔ جماعت میں تل دھرنے کو جگہ نہیں، کسی کونے کھدرے یا کھڑکی میں جگہ مل جائے تو بڑی خوش نصیبی۔ اس ساری کشمکش میں دلچسپی اور تازگی ختم ہو چکی ہوتی ہے۔ باقی رہا سہا شوق استاد کے غیر مشفق رویّے کی نذر ہو جاتا ہے۔ سو سوا سو کی جماعت میں وہ اپنے ہی شاگردوں سے نا آشنا ہے۔ نلکی کے دھکے میں پانی پینے کے لئے ایک دوسرے کو دھکیلنا، طلبہ کے سمندر میں سے کنٹین تک نہ پہنچ سکنے کے سبب سکول سے باہر مضر صحت اشیاء دگنے داموں خریدنا، آئے دن کی بیماریوں کو دعوت دینے کے مترادف ہے اور پھر بیمار پڑ کر دنوں سکول سے غیر حاضر رہنا ایک اور ہی مسئلہ ہے۔

دفتروں میں خواتین و مرد حضرات پہنچے بعد کو ہیں اور ان کی میز پر جواب طلبی کے پرزے پہلے دھرے ہوتے ہیں، رہا سہا موڈ بگڑ جاتا ہے۔ طبیعت مکدر ہو جاتی ہے اور بہانوں کا کوٹا بھی مہینے کے خاتمے سے پہلے ہی تمام ہو جاتا ہے۔ جس کشمکش سے دفتر پہنچتے ہیں اور اس سے نکلتے اور دوبارہ اسی کشمکش کو دہرانے کے لئے نیا حوصلہ پیدا کرنا
[illegible] کسی منصوبہ بندی کے تحت کوئی کام ہو نہیں پاتا۔ ہر روز آج کا کام کل پر ڈال کر دل کو یہی تسلی دی

راستے کی انہی تمام باتوں کو دہراتے ہوئے جب دفتر سے گھر پہنچتے ہیں تو آئے دن ڈاک میں خاندان کے کسی نہ کسی بچے کی پیدائش یا شادی بیاہ کی اطلاع ملتی ہے جس میں شمولیت بن کوئی چارہ ہی نہیں۔ مہینے بھر کا بجٹ بری طرح متاثر ہوتا ہے۔ پریشانیاں بڑھتی جاتی ہیں۔ یوں تو کہنے کو شہر بجلی، گیس اور پانی کی سہولتوں سے ہم کنار ہیں لیکن بے ہنگم بڑھتی ہوئی آبادی نے تمام سہولتیں سلب کر لی ہیں۔ گھر گھر نلکے ہیں پانی نہیں۔ بجلی کی لوڈشیڈنگ نے بچوں کی امتحانی تیاری میں رخنے ڈالے ہیں۔ دوسری طرف باہر سے تھکی ہاری لوٹنے والی خاتون خانہ کے لئے یہ مسئلہ ہے کہ گیس بھی گھنٹوں کے لئے بند ہے۔ پکائے تو کیو نکر؟ اور طرہ یہ کہ گیس، بجلی اور پانی کے بے انداز بلوں کی ہر ماہ ادائیگی، ہوئی قطار در قطار کھڑا رہنا۔ دنیا امید پہ قائم ہے۔ بلوں کی ادائیگی نہ ہوگی تو موہوم سی آس بھی ٹوٹ جائے گی۔

شہروں کے فاصلوں نے تو دلوں میں بھی دوری پیدا کر دی ہے۔ کسی کے دکھ سکھ میں کوئی شریک نہیں۔ پڑوسیوں کو پڑوسیوں کی خبر نہیں۔ دیہات سے شہروں کی طرف نقل مکانی کے بڑھتے ہوئے رجحان نے شہروں میں جگہ جگہ کچی آبادیوں کی صورت اختیار کر لی ہے۔ جنھوں نے صحت وصفائی کا ایک مسئلہ کھڑا کر دیا ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ چوریوں کی وارداتوں میں اضافے کا بھی باعث ہیں۔

ادھر تنگ و تاریک فلیٹوں میں رہنے والے بچوں کو کھیل کود کے مواقع نہیں، ناقص غذا، دھواں اور غبار آلود فضا نے بچوں کی صحت کو بھی متاثر کیا ہے۔ ہسپتالوں میں ڈاکٹروں تک رسائی ممکن نہیں۔ والدین مجبوری کے عالم میں پرائیویٹ ڈاکٹروں کا رخ کرتے ہیں اور ان کی منہ مانگی فیس ادا کر کے سوچتے ہیں کہ کیا یہی پیسہ بچوں کے کھانا کھلانے پر خرچ نہ ہوتا۔ ہسپتال میں داخلے کی ضرورت پڑنے یا سکول میں داخلے کا سوال ہو، جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ ادھر کرائے کے مکانوں میں رہنے والے ہر دم اس فکر میں ہلکان کہ جانے کس دن مالک مکان گھر خالی کروالے۔ مکان جیسا بھی ہے سر چھپانے کی جگہ تو ہے۔ کل کو یہ بھی نصیب نہ ہو گا۔

بچوں کو پڑھانا لکھانا بھی عذاب اور اگر پڑھ لکھ جائیں تو روزگار کے مواقع ناپید! ادھر بڑھتے ہوئے معیار کی زندگی کا جنجال الگ! نمود و نمائش کے ہنگامے جدا۔ غرض شہری زندگی کیا ہے، الجھنوں کا ایک طویل سلسلہ ہے یا کشمکش کی ان مٹ داستان اور اگر شہری یہ محسوس کریں تو غلط بھی نہیں کہ

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

گیس پیپر اینڈ ماڈل پیپر # 6 (Reduced Syllabus)

وقت: 20 منٹ　حصہ اوّل　کل نمبر: 15

نوٹ: حصہ اول لازمی ہے۔ اس کے جوابات پرچے پر ہی دیے جائیں گے۔ اس کو پہلے بیس منٹ میں مکمل کر کے ناظم مرکز کے حوالے کر دیا جائے۔ کاٹ کر دوبارہ لکھنے کی اجازت نہیں۔ لیڈ پنسل کا استعمال ممنوع ہے۔

سوال نمبر1: نصابی کتاب کی روشنی میں درست جواب کا انتخاب کریں۔

ا۔ مصنف نے اپنے آپ کو تشبیہ دی:
الف۔ نئی نویلی دلھن سے　ب۔ عربی گھوڑے سے
ج۔ ایک کامل انسان سے　د۔ ایک آرائشی گل دستے سے

۲۔ لڑکی نے قلی کو سامان اٹھانے کی اجرت دی:
الف۔ چار آنے　ب۔ آٹھ آنے　ج۔ ایک روپیا　د۔ دو روپے

۳۔ چچا کے ہاں لڑکی کا استقبال اس لیے گرم جوشی سے کیا گیا کہ:
الف۔ اس نے تنہا سفر کیا　ب۔ چچا کی عیادت کے لیے آئی
ج۔ پہلی بار تشریف لائی　د۔ وہ اکلوتی بھتیجی تھی

۴۔ چغل خور کا اعتبار کرتے ہیں:
الف۔ اس کے دوست　ب۔ اس کے ہمسائے　ج۔ اس کے گھر والے　د۔ کوئی اعتبار نہیں کرتا

۵۔ کسان کی ضرورت تھی:
الف۔ ایک نوکری کی　ب۔ عمدہ بیج کی　ج۔ آب پاشی کے پانی کی　د۔ بیلوں کی جوڑی کی

۶۔ چغل خور کو چغل خور کہیں تو وہ:
الف۔ خوش ہوتا ہے　ب۔ ناراض ہوتا ہے　ج۔ منھ چھپاتا ہے　د۔ چغلی چھوڑ دیتا ہے

۷۔ نام دیو مالی کے طور پر کام کرتا تھا:
الف۔ مقبرہ رابعہ دورانی اورنگ آباد کے باغ میں　ب۔ دہلی کے شاہی باغ میں
ج۔ کسی رئیس کے باغ میں　د۔ ملکہ نور جہاں کے باغ میں

۹۔ علامہ اقبال کا انتقال ہوا:

الف۔ تین بج کر دس منٹ پر ب۔ چار بج کر دس منٹ پر ج۔ پانچ بج کر دس منٹ پر د۔ چھے بج کر دس منٹ پر

۱۰۔ عام طور پر ڈاکٹر صاحب علی بخش کو سلایا کرتے تھے:

الف۔ دوسری منزل پر ب۔ اپنے نزدیک ج۔ دوسرے کمرے میں د۔ دالان میں

۱۱۔ نظم "میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت" صنفِ سخن کے لحاظ سے کیا مراد ہے؟

الف۔ آزاد نظم ب۔ قصیدہ ج۔ شہر آشوب د۔ مرثیہ

۱۲۔ فتنۂ قیامت کا سلسلہ کس سے ملتا ہے؟

الف۔ محبوب کی خوش قامتی سے ب۔ خوش ادائی سے
ج۔ انگڑائی سے د۔ محفل آرائی سے

۱۳۔ تشبیہ میں ______ جزو ہوتے ہیں:

الف۔ ا ب۔ ۲ ج۔ ۳ د۔ ۴

۱۴۔ کسی ایک چیز کو کسی مشترکہ خوبی، برائی یا نقص کی وجہ سے بعینہٖ دوسری چیز قرار دے دینا ______ کہلاتا ہے:

الف۔ مجازِ مرسل ب۔ استعارہ ج۔ مستعار لہ د۔ مستعار منہ

۱۵۔ وہ لفظ جس کے مجازی معنی مراد ہوں مگر حقیقی اور مرادی معنوں میں ______ کا تعلق نہ ہو:

الف۔ مجاز ب۔ استعارہ ج۔ مستعار لہ د۔ تشبیہ

وقت: 2:40 گھنٹے کل نمبر: 60

نوٹ: حصہ دوم اور سوم 02 صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان سوالات کے جوابات علیحدہ سے مہیا کی گئی جوابی کاپی پر دیں۔ ایکسٹرا شیٹ طلب کرنے پر مہیا کی جائے گی۔ آپ کے جوابات صاف اور واضح ہونے چاہئیں۔

حصہ دوم (کل نمبر ۳۰)

سوال نمبر2: دیے گئے ہر حصے میں دی گئی ہدایات کے مطابق شامل نصاب کتاب کی روشنی میں تین سے پانچ سطروں تک محدود جوابات لکھیں۔

الف: حصہ نثر

کوئی سے چھ اجزا کے جوابات دیں۔ (6 × 2=12)

i. علی بخش سے مصنف کی کیسے ملاقات ہوئی؟

ii. علی بخش کو ایک مربع زمین کہاں اور کیوں الاٹ ہوئی؟

iv. ایک سینما کے سامنے بھیڑ دیکھ کر علی بخش نے کیا کہا؟

v. شیخوپورہ سے گزرتے ہوئے علی بخش کو کیا یاد آیا؟

vi. خواجہ صاحب مصنف کو کس جگہ لے گئے اور اس کا تعارف کرایا؟ (بحوالہ سبق "علی بخش")

vii. علی بخش کے کردار کی نمایاں خوبیاں پیراگراف کی شکل میں لکھیں؟ (بحوالہ سبق "علی بخش")

ب: حصہ شعر

کوئی سے چھ اجزا کے جوابات دیں۔ (6 × 2=12)

i. اللہ تعالیٰ نے انسان کو کن نعمتوں سے نوازا ہے؟ چند ایک تحریر کیجیے۔ (بحوالہ نظم "حمد")

ii. دوسرے شعر کے مطابق کس کو سکون ملا ہے؟ (بحوالہ نظم "نعت")

iii. دوسرے بند میں نہر کے "لب" سے کیا مراد ہے؟ (بحوالہ نظم "میدان کربلا میں گرمی کی شدت")

iv. شاعر نے نظم کے پہلے شعر میں مرحومہ کو کیسے خراجِ تحسین پیش کیا؟ (بحوالہ نظم "فاطمہ بنت عبداللہ")

v. نعت کے آخری شعر میں خضر سے کون سی ہستی مراد ہے؟ (بحوالہ نظم "نعت")

vi. شاعر منزلِ مقصود پر پہنچنے کے لیے پُر امید ہے، کیوں؟ (بحوالہ غزل "حسرت موہانی")

vii. ہوش اور بے خودی کے ملنے سے دنیا کے کاروبار کیسے سنورتے ہیں؟ (بحوالہ غزل "جگر مرادآبادی")

ج: حصہ قواعد

کوئی سے تین اجزا کو حل کریں۔ (3 × 2 = 6)

i. مضمون کی تعریف کریں اور اپنی نصابی کتاب میں شامل اسباق میں سے کسی ایک سبق کی نشاندہی کریں جو مضمون ہو۔

ii. درج ذیل شعر میں ردیف اور قوافی کی نشان دہی کیجیے۔

پھرے راہ سے وہ یہاں آتے آتے   اجل مر رہی تو کہاں آتے آتے

iii. مقطع کی تعریف کریں اور ایک مثال دیں۔

iv. درج ذیل جملے کی ترکیب نحوی کیجیے اور بتایئے یہ کس قسم کا جملہ ہے؟ "جمیلہ کتاب پڑھتی ہے۔"

حصہ سوم (کل نمبر ۳۰)

سوال نمبر ۳: مصنف اور سبق کا حوالہ دیتے ہوئے کسی ایک نثر پارے کی تشریح کریں۔ 1/2+1/2+4= 5

الف۔ "اب علی بخش کا ذہن بڑی تیزی سے اپنے مرکز کے گرد گھوم رہا ہے اور وہ بڑی سادگی سے ڈاکٹر صاحب کی باتیں سناتا جاتا ہے۔ ان باتوں میں قصوں اور کہانیوں کا

ان کے بالکل قریب تھا۔ صبح سویرے میں نے انھیں فروٹ سالٹ پلایا اور کہا کہ اب آپ کی بحال طبیعت ہو جائے گی لیکن عین پانچ بج کر دس منٹ پر ان کی آنکھوں میں ایک تیز تیز نیلی نیلی چمک آئی، اور زبان سے اللہ ہی اللہ نکلا۔ میں نے جلدی سے ان کا سر اٹھا کر اپنے سینے پر رکھ لیا اور انھیں جھنجوڑنے لگا لیکن وہ رخصت ہو گئے تھے۔"

ب۔ لیکن خواجہ صاحب کے اصرار پر وہ میرے ساتھ ایک آدھ روز کے لیے جھنگ چلنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ جب وہ میرے ساتھ کار میں بیٹھ جاتا ہے تو غالباً اس کے دل میں سب سے بڑا وہم یہ ہے کہ شاید اب مَیں بھی بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح علامہ اقبالؒ کی باتیں پوچھ پوچھ کر اس کا سر کھپاؤں گا لیکن مَیں نے بھی عزم کر رکھا ہے کہ مَیں خود علی بخش سے حضرت علامہ کے بارے میں کوئی سوال نہیں کروں گا۔ اگر واقعی وہ علی بخش کی زندگی کا ایک جزو ہیں، تو یہ جوہر خود بخود مشک اور عشق کی طرح ظاہر ہو کر رہے گا۔

سوال نمبر ۴: شاعر اور نظم کا حوالہ دیتے ہوئے کسی ایک نظم پارے کی تشریح کریں۔ (1/2+1/2+4= 5)

الف۔
جھیلوں سے چارپائے نہ اٹھتے تھے تا بہ شام
مسکن میں مچھلیوں کے سمندر کا تھا مقام
آہو جو کاہلے تھے تو چیتے سیاہ فام
پتھر پگھل کے رہ گئے تھے مثلِ موم خام
سرخی اڑی تھی پھولوں سے، سبزی گیاہ سے
پانی کنوؤں میں اترا تھا سائے کی چاہ سے

ب۔
اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں!
فاطمہ! گو شبنم افشاں آنکھ تیرے غم میں ہے
نغمۂ عشرت بھی اپنے نالۂ ماتم میں ہے

سوال نمبر ۵: شاعر کا حوالہ دیتے ہوئے مندرجہ ذیل میں سے کوئی سے دو اشعار کی تشریح کریں: (1/2+1/2+2+2= 5)

الف۔ بھول جاتا ہوں مَیں ستم اُس کے ۔۔۔ وہ کچھ اس سادگی سے ملتا ہے

ب۔ مَیں درماندہ اس بارگاہِ عطا کا ۔۔۔ گنہ گار ہوں، اک خطا ہو گئی ہے

ج۔ آج کیا بات ہے کہ پھولوں کا ۔۔۔ رنگ، تیری ہنسی سے ملتا ہے

سوال نمبر ۶: "گیدڑ کی مکاری" کے موضوع پر کہانی لکھیں۔ (5)

سوال نمبر ۷: دیے گئے اشارات کی مدد سے کسی ایک موضوع پر ڈھائی سو سے تین سو الفاظ مشتمل ایک مضمون لکھیں: (10)

الف۔ عیادتِ مریض

خاکہ: i۔ صحت اور بیماری کا تعلق ii۔ مریض کی عیادت کرنا مسلمان کا فرض iii۔ مریض کی عیادت کے دوران اس کی ہمت بڑھانا
iv۔ ہر طرح کی مدد فراہم کرنا مریض کے آرام کا خیال رکھنا v۔ مریض کی صحت یابی کے لیے دعا کرنا

ب۔ وقت کی پابندی

iv۔ پابندیٔ وقت کامیابی کی ضمانت   v۔ پابندیٔ وقت تعلیمی میدان میں کامیابی

حل گیس پیپر اینڈ ماڈل پیپر #6 (Reduced Syllabus)

جوابات حصہ معروضی

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
ب	ب	الف	د	الف	ب	الف	ج
۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	
ج	ب	د	الف	د	ب	د	

حصہ دوم (کل نمبر ۳۰)

سوال نمبر2: دیئے گئے ہر حصے میں دی گئی ہدایات کے مطابق شامل نصاب کتاب کی روشنی میں تین سے پانچ سطروں تک محدود جوابات لکھیں۔

الف: حصہ نثر

کوئی سے چھ اجزا کے جوابات دیں۔ (6 × 2=12)

i. علی بخش سے مصنف کی کیسے ملاقات ہوئی؟

جواب: مصنف کی ملاقات خواجہ عبدالرحیم صاحب سے ہوئی انہوں نے ہی مصنف کو علامہ اقبالؒ کے وفادار ملازم علی بخش کے بارے میں بتایا اور جاوید منزل لے جا کر علی بخش سے ملا بھی دیا۔

ii. علی بخش کو ایک مربع زمین کہاں اور کیوں الاٹ ہوئی؟

جواب: علی بخش علامہ اقبالؒ کا دیرینہ اور وفادار ملازم تھا، علی بخش کو حکومت نے اس کی خدمات کے سلسلے میں لائل پور میں ایک مربع زمین الاٹ کی تھی۔

iii. مصنف کے ساتھ کار میں بیٹھے ہوئے علی بخش کے دل میں کیا وہم تھا؟

جواب: علی بخش کے دل میں وہم تھا کہ شاید اب مصنف بھی دوسرے لوگوں کی طرح علامہ اقبالؒ کی باتیں پوچھ پوچھ کر اس کا سر کھپائے گا۔

iv. ایک سینما کے سامنے بھیڑ دیکھ کر علی بخش نے کیا کہا؟

جواب: ایک سینما کے سامنے بھیڑ دیکھ کر علی بخش نے بڑبڑاتے ہوئے کہا "مسجدوں کے سامنے تو کبھی انتشار نظر آتا۔ ڈاکٹر صاحب بھی یہی کہا کرتے تھے۔"

v. شیخوپورہ سے گزرتے ہوئے علی بخش کو کیا یاد آیا؟

vi. خواجہ صاحب مصنف کو کس جگہ لے گئے اور اس کا تعارف کرایا؟ (بحوالہ سبق "علی بخش")

جواب: خواجہ صاحب مصنف کو "جاوید منزل" لے گئے اور علی بخش سے اس کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ یہ جھنگ کے ڈپٹی کمشنر ہیں۔ تم ان کے ساتھ چلے جاؤ۔ یہ تمہیں زمین کا قبضہ دلوادیں گے۔

vii. علی بخش کے کردار کی نمایاں خوبیاں پیراگراف کی شکل میں لکھیں؟ (بحوالہ سبق "علی بخش")

جواب: علی بخش علامہ اقبال کے دیرینہ اور وفادار ملازم تھا۔ علی بخش نے علامہ اقبال کی طویل عرصہ خدمت انجام دی۔ ڈاکٹر صاحب کا بے انتہا احترام کرتا تھا۔ دن رات ڈاکٹر صاحب کے ساتھ رہتا تھا۔ کفایت شعار انسان تھا۔ علامہ صاحب کے گھر کا حساب کتاب اپنے پاس ہونے کے باوجود وہ بڑی کفایت شعاری سے کام لیتا تھا۔ علامہ صاحب کا پیسہ ضائع کرنے سے اسے بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ علامہ صاحب کی وفات کے بعد بھی وہ ان کے گھر کا خیال اسی تندہی اور جانفشانی سے رکھ رہا تھا جیسے کہ ان کی زندگی میں رکھتا تھا۔ یہ بات اس کی ایمانداری اور نیک سیرت کی نشاندہی کرتی ہے۔ وہ نہایت صاف گو اور شرمیلا انسان ہے۔

ب: حصہ شعر

کوئی سے چھ اجزا کے جوابات دیں۔ (6 × 2=12)

i. اللہ تعالیٰ نے انسان کو کن نعمتوں سے نوازا ہے؟ چند ایک تحریر کیجیے۔ (بحوالہ نظم "حمد")

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ جن میں پھل پھول، سبزیاں، گوشت، اناج، ہوا، پانی، آگ، مٹی، پہاڑ، دریا، روشنی، سمندر اور صحت قابل ذکر ہیں۔

ii. دوسرے شعر کے مطابق کس کو سکون ملا ہے؟ (بحوالہ نظم "نعت")

جواب: دوسرے شعر کے مطابق غریبوں کی جان کو سکون ملا۔ یعنی حضور ﷺ کی تعلیمات نے معاشرے کے پسے ہوئے غریب، مسکین، مستحق طبقے کے حقوق مقرر فرمائے، جس سے ان کو سکون، امن اور قرار ملا۔

iii. دوسرے بند میں نہر کے "لب" سے کیا مراد ہے؟ (بحوالہ نظم "میدان کربلا میں گرمی کی شدت")

جواب: دوسرے بند میں نہر کے لب سے مراد ہے کہ گرمی کی شدت کے باعث دریائے فرات کی ضمنی نہر علقمہ کا پانی خشک ہو گیا تھا اور تہہ سے جا لگا تھا۔ اس کے کنارے خشک تھے۔ یہاں نہر کے لب سے مراد ہے نہر کے کنارے۔

iv. شاعر نے نظم کے پہلے شعر میں مرحومہ کو کیسے خراجِ تحسین پیش کیا؟ (بحوالہ نظم "فاطمہ بنت عبداللہ")

جواب: شاعر نے مرحومہ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ فاطمہ بنت عبداللہ ایک "اسالہ معصوم عرب لڑکی تھی جو کہ جذبہ جہاد اور جذبہ شہادت سے مالا مال تھی اور طرابلس جنگ میں اپنے غازی اور زخمی مجاہدین بھائیوں کو اپنے مشکیزے سے پانی پلاتی ہوئی، جامِ شہادت نوش کر گئی۔ اپنی جان قربان کر کے امت کے وقار میں اضافہ کر گئی ہے، شاعر کہتا ہے کہ فاطمہ تو مسلمان امت کی عزت ہے اور تیرا وجود پاکیزہ ہے، شہید زندہ ہوتے ہیں یہ ہر مسلمان کا ایمان ہے۔

v. نعت کے آخری شعر میں خضر سے کون سی ہستی مراد ہے؟ (بحوالہ نظم "نعت")

vi. شاعر منزلِ مقصود پر پہنچنے کے لیے پُر امید ہے، کیوں؟ (بحوالہ غزل "حسرت موہانی")

جواب: شاعر منزلِ مقصود پر پہنچنے کے لیے اس لیے پُر امید ہے کیونکہ اس نے ابتدا کر لی ہے اور وہ پُر امید ہے کہ اب اسے اپنی منزل بھی ضرور مل جائے گی۔

vii. ہوش اور بے خودی کے ملنے سے دنیا کے کاروبار کیسے سنورتے ہیں؟ (بحوالہ غزل "جگر مراد آبادی")

جواب: ہوش اور بے خودی کے ملنے سے دنیا کے کاروبار سنور سکتے ہیں کیونکہ ایک بے خود انسان اپنا کام خود نہیں کر سکتا اُسے کسی ہوش مند کی ضرورت ہوگی جو اُسے سہارا دے سکے۔

ج: حصّہ قواعد

کوئی سے تین اجزا کو حل کریں۔ $(3 \times 2 = 6)$

i. مضمون کی تعریف کریں اور اپنی نصابی کتاب میں شامل اسباق میں سے کسی ایک سبق کی نشاندہی کریں جو مضمون ہو۔

جواب: مضمون: کسی مقررہ موضوع پر اپنے خیالات، جذبات، احساسات یا تاثرات کا نثر میں تحریری اظہار مضمون کہلاتا ہے۔ اس میں موضوع کی کوئی قید نہیں، مضمون میں پہلے موضوع کا تعارف کروایا جاتا ہے۔ پھر دلائل دے کر بحث کی جاتی ہے۔ توازن، تناسب اور نظم و ضبط مضمون کے اہم تقاضے ہیں۔

مثال: نظریہ پاکستان، مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ۔

ii. درج ذیل شعر میں ردیف اور قوافی کی نشان دہی کیجیے۔

پھرے راہ سے وہ یہاں آتے آتے ۔۔۔ اجل مر رہی تو کہاں آتے آتے

جواب: قافیے: یہاں، کہاں ۔۔۔ ردیف: آتے آتے

iii. مقطع کی تعریف کریں اور ایک مثال دیں۔

جواب: مقطع: غزل کا آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے اسے مقطع کہتے ہیں۔ مقطع میں تخلص کا آنا لازمی ہے۔

مثلاً: وقت اچھا بھی آئے گا ناصر ۔۔۔ غم نہ کر، زندگی پڑی ہے ابھی

iv. درج ذیل جملے کی ترکیبِ نحوی کیجیے اور بتائیے یہ کس قسم کا جملہ ہے؟ "جمیلہ کتاب پڑھتی ہے۔"

جواب: جمیلہ: فاعل ؛ کتاب: مفعول ؛ پڑھتی ہے: فعل ؛ یہ جملہ "فعلیہ" ہے

حصّہ سوم (کل نمبر ۳۰)

سوال نمبر ۳: مصنف اور سبق کا حوالہ دیتے ہوئے کسی ایک نثر پارے کی تشریح کریں۔ 1/2+1/2+4= 5

الف۔ جواب: سبق کا عنوان: علی بخش ۔۔۔ شاعر کا نام: قدرت اللہ شہاب

سیاق و سباق: مصنف قدرت اللہ شہاب کی یہ تحریر علامہ اقبالؒ کے ملازم علی بخش سے متعلق ہے۔ علی بخش علامہ اقبالؒ کا پرانا اور وفادار ملازم تھا۔ حکومت نے اس کی خدمات کے صلے میں لائل پور میں ایک مربع زمین عطا کی تھی۔ مگر کچھ شریر لوگ ناجائز طور پر اس کی زمین پر قابض ہو گئے تھے۔ مصنف جھنگ کے ڈپٹی کمشنر تھے۔ عبدالرحیم نفیسی نے ان سے درخواست کی کہ علی بخش کو اپنی گاڑی میں جھنگ لے جاؤ اور اس کی زمین پر سے ناجائز قبضہ ختم کرواؤ۔ علی بخش مصنف کے ساتھ کار میں سوار ہو گیا اور راستے میں علامہ اقبالؒ کی باتیں بتانے لگا۔

تشریح: علی بخش کا ذہن بڑی تیزی سے ماضی کی طرف دوڑ رہا تھا۔ وہ بہت ہی سادگی سے ڈاکٹر صاحب کی یادوں کا ذکر کر رہا تھا۔ اس کا انداز بہت ہی سادہ محبت اور عقیدت سے بھرپور تھا۔ اس کی باتوں میں کہانیوں کا رنگ نہیں تھا بلکہ علامہ اقبالؒ کے بارے میں باتیں کرتے ہوئے وہ جیسے نشے کی حالت میں ہوتا تھا۔ علامہ اقبالؒ کے بارے میں باتیں کر کے، ان کی یادیں تازہ کر کے ذہن اور روح کو سکون حاصل ہوتا تھا۔

علامہ اقبالؒ کی وفات کے دن کی یاد آنے پر وہ بتاتا ہے کہ جس پل ڈاکٹر صاحب کا سانس اکھڑا میں ان کے پاس ہی تھا۔ اس دن صبح سویرے میں نے انھیں فروٹ سالٹ پلا کے کہا کہ اب آپ کی طبیعت بہتر ہو جائے گی لیکن ٹھیک پانچ بج کر دس منٹ ہوئے تھے جب ان کی آنکھوں میں ایک تیز بجلی سی چمک آئی۔ ان کی زبان سے اللہ ہی اللہ نکلا۔ میں نے فوراً ان کا سر اٹھایا اور اپنے سینے پر رکھ لیا۔ میں نے انھیں زور زور سے ہلایا لیکن ان کی جان نکل چکی تھی۔

ب۔ جواب:

حوالہ متن: سبق کا عنوان: علی بخش مصنف کا نام: قدرت اللہ شہاب

حل لغت: اصرار: ضد۔ آمادہ: تیار۔ غالباً: شاید۔ سر کھپانا: پریشان کرنا۔ عزم: ارادہ۔
واقعی: حقیقت میں۔ جزو: حصہ۔ جوہر: عرق۔ مشک: خوشبو۔ ظاہر ہونا: سامنے آنا۔

سیاق و سباق: علی بخش ڈاکٹر علامہ اقبالؒ کا دیرینہ اور وفادار ملازم تھا۔ اس کی خدمات کے صلے میں حکومت نے اسے لائل پور میں ایک مربع زمین عطا کی تھی لیکن اس زمین پر کچھ شریر لوگ ناجائز طور پر قابض تھے۔ بے چارا علی بخش بار بار لائل پور کے چکر لگا چکا تھا مگر اسے زمین کا قبضہ نہیں ملتا تھا۔ قدرت اللہ شہاب جھنگ کے ڈپٹی کمشنر تھے۔ ان کے دوست خواجہ عبدالرحیم صاحب نے علی بخش کی سفارش کرتے ہوئے کہا کہ آپ علی بخش کی زمین کا قبضہ دلوا دیں۔ شہاب صاحب خوش ہو گئے کہ اس طرح علی بخش کا کچھ دیر کا ساتھ ہو گا اور میں علی بخش سے ڈاکٹر محمد اقبالؒ کی زندگی کے بارے میں معلومات حاصل کر سکوں گا۔

تشریح: علی بخش لاہور چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا کیوں کہ اس کے دل میں یہ بات تھی کہ اگر میں لاہور سے باہر گیا تو جاوید کا نقصان ہو گا لیکن جب خواجہ عبدالرحیم صاحب نے اس بات پر زور دیا کہ علی بخش کو ڈپٹی کمشنر صاحب کے ساتھ جھنگ ضرور جانا چاہیے تو وہ میرے ساتھ ایک آدھ دن کے لیے جھنگ جانے پر تیار ہو جاتا ہے۔ جھنگ لائل پور سے تھوڑے ہی فاصلے پر ہے۔ لائل پور میں ہی علی بخش کو ملنے والی زمین تھی۔ جب علی بخش میرے ساتھ کار میں بیٹھ جاتا ہے تو شاید اس کے دل میں سب سے بڑا خیال یہ ہے کہ میں بھی دوسرے بہت سے لوگوں کی طرح اس سے علامہ اقبالؒ کی باتیں پوچھ پوچھ کر اسے پریشان کروں گا لیکن میں نے پکا ارادہ کر رکھا تھا کہ میں علی بخش سے اپنے طور پر حضرت علامہ اقبالؒ کے بارے میں کوئی سوال نہیں کروں گا۔ اگر علامہ اقبالؒ حقیقت میں علی بخش کی زندگی کا ایک حصہ ہیں اور علی بخش ان کی زندگی میں بہت زیادہ دخیل رہا ہے تو اس کے اندر کی باتیں اسی طرح سامنے آ جائیں گی جس طرح خوشبو لگانے والا خوشبو کو چھپا نہیں سکتا اور جس طرح ہر عاشق کا عشق ایک نہ ایک دن ظاہر ہو جاتا ہے، اسی طرح علی بخش کی خود ہی سب کچھ مجھ پر واضح کر دے گا۔

تشریح: میدان کربلا میں زوروں کی گرمی پڑ رہی تھی۔ اتنی شدید گرمی کہ ہر ذی روح پریشان تھا۔ گائے، بھینس، بکریاں، بھیڑیں اور دیگر چوپائے تالابوں کے کنارے صبح سے شام تک بیٹھے رہتے تھے۔ مچھلیاں گرمی کی شدت کے باعث پانی کی تہہ میں ٹھکانہ بنا چکی تھیں گرمی کی شدت سے سمندر خشک ہوتے محسوس ہو رہے تھے۔ ہرن گرمی کی شدت سے سست اور تھکے ہوئے نڈھال تھے، مچھلیوں کا سنہری رنگ گرمی کی لو اور حرارت سے کالا ہو گیا تھا۔ گرمی کی شدت سے پتھر بھی مکی موم کی طرح پگھل رہے تھے۔ ویرانے میں موجود سبزہ خشک ہو گیا۔ سائے کی تلاش میں کنووں کا پانی بھی نیچے زمین کی تہہ سے جا لگا تھا۔

ب۔ جواب: نظم کا عنوان: فاطمہ بنتِ عبداللہ شاعر کا نام: علامہ محمد اقبالؒ

تشریح: علامہ اقبالؒ فاطمہ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے فاطمہ تمہاری اس معصوم سی عمر میں دی جانے والی قربانی نے ہمارے اندر اُمید کی کرن پیدا کر دی ہے۔ ہم نے مایوسی کو ترک کر دیا ہے ہمارے اندر ایک نیا جوش پیدا ہو چلا ہے۔ ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ ابھی ہمارے صحرا میں ہرن چھپے ہوئے ہیں۔ ہرن اصل میں گلستان میں رہتے ہیں، صحرا میں ان کا زندہ رہنا مشکل ہے۔ اقبالؒ کی بات کا مفہوم یہ ہے کہ ہمارے درمیان جذبۂ عمل رکھنے والے لوگ موجود ہیں، علامہ اقبالؒ کہتے ہیں کہ اگرچہ مسلمان انتہائی عروج حاصل کرنے کے بعد اپنا اقتدار کھو چکے ہیں مگر اب بھی ان کے اندر اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کرنے کے لیے فاطمہ جیسی بہت سی چنگاریاں چھپی ہوئی ہیں جو ہمارے لیے روشنی کا سبب بن سکتی ہیں۔ علامہ اقبالؒ فاطمہ کی شہادت پر رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ تو نے تو ایک انتہائی اہم فریضہ ادا کرتے ہوئے اپنی جان جانِ آفریں کے حوالے کر دی۔ تمہاری اتنی بڑی شہادت پر ہماری آنکھیں آبدیدہ ہیں۔ اس شہادت پر نکلنے والے آنسوؤں پر ہمارا کوئی اختیار نہیں۔ اس کے برعکس ان آنسوؤں کے پیچھے ایک خوشی کی کیفیت بھی ہے وہ یہ کہ تمہاری شہادت نے مسلمانوں کے اندر زندگی کی ایک نئی روح پھونک دی ہے، ضرورت پڑنے پر وطن کی حفاظت کے لیے جان قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ مسلمانوں کے جو جذبات دم توڑ رہے تھے تیرے جذبہ کو دیکھتے ہوئے وہ پھر سے بیدار ہو گئے ہیں۔ اسی جذبے کو آگے بڑھاتے ہوئے مسلمان ایک دن ضرور اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر لیں گے۔

سوال نمبر ۵: شاعر کا حوالہ دیتے ہوئے مندرجہ ذیل میں سے کوئی سے دو اشعار کی تشریح کریں: (1/2+1/2+4= 5)

الف۔ بھول جاتا ہوں میں ستم اس کے وہ کچھ اس سادگی سے ملتا ہے

جواب: شاعر کا نام: جگر مراد آبادی

تشریح: غزل کے اس شعر میں شاعر اپنے محبوب کی ایک خوبی تذکرہ کرتا ہے، شاعر کہتا ہے کہ میرا محبوب جب بھی مجھ سے ملتا ہے اس خوبصورتی اور سادگی سے ملتا ہے کہ اس کا ہر ستم بھول جاتا ہے۔ شاعر محبوب کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے بے قرار رہتا ہے اور سوچتا ہے کہ جب اس کا محبوب اس کے سامنے آئے گا تو وہ شکوہ کرے گا۔ اپنے دُکھ کی داستان سنائے گا۔ محبوب کو بتائے گا کہ وہ کتنی راتوں سے نہیں سویا۔ جب محبوب سامنے آتا ہے تو ساری تکالیف اس کا معصوم اور بھولا بھالا چہرہ دیکھنے سے ہی دور ہو جاتی ہے۔

ب۔ میں درماندہ اس بارگاہِ عطا کا گنہ گار ہوں، اک خطا ہو گئی ہے

جواب: شاعر کا نام: حسرت موہانی

تشریح: اس شعر میں شاعر اپنی بے مایہ حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے اظہارِ ندامت کرتا ہے کہ اے اللہ میں تیری بارگاہِ عطا کا ادنیٰ گنہگار ہوں۔ تجھ سے محبت کی خواہش اور عشق کا دعویٰ ایک گنہگار کے لیے تیری عطا سے کم نہیں۔ شاعر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں عطا کے آگے اپنے نامہ اعمال سے شرمسار ہو کر کہتا ہے کہ اے میرے پاک پروردگار

ج۔ آج کیا بات ہے کہ پھولوں کا رنگ، تیری ہنسی سے ملتا ہے

جواب: شاعر کا نام: جگر مراد آبادی

تشریح: غزل کے اس شعر میں شاعر اپنے محبوب کی مسکراہٹ اور ہنسی کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میرے محبوب کی ہنسی میں یہ خوبصورتی ہے کہ اس کی ہنسی کا رنگ پھولوں سے ملتا ہے۔ شاعر اپنے محبوب کی مسکراہٹ کو پھولوں سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتا ہے کہ میرا محبوب جب مسکراتا ہے تو پھولوں جیسی دکھائی دیتا ہے۔ جس طرح پھول کھلکھلاتے ہوئے خوبصورت دکھائی دیتے ہیں اسی طرح میرے محبوب کا چہرہ مسکراتا ہوا ایسا لگتا ہے۔

سوال نمبر ۲: "گیدڑ کی مکاری" کے موضوع پر کہانی لکھیں۔ (5)

جواب:

گیدڑ کی مکاری

کسی جنگل میں ایک بڑے ڈیل ڈول کا ہاتھی رہتا تھا۔ اسی جنگل میں ایک طرف گیدڑوں کا ایک غول بھی رہا کرتا تھا۔ جب ہاتھی اپنی سونڈ کو ہلاتا، جھومتا جھومتا، چلتا پھرتا تو گیدڑ اسے دور ہی سے دیکھ کر للچاتے اور دل ہی دل میں اس کے گوشت کے مزے لیتے، مگر بس نہ چلتا تھا کہ اتنے بڑے قد آور ہاتھی کے گوشت سے کس طرح لطف اندوز ہوں۔

ایک مدت کی للچاہٹ کے بعد تمام گیدڑ ایک رات جمع ہوئے اور ہاتھی کو مارنے کی فکر کرنے لگے۔ آخر ایک بوڑھے گیدڑ نے ہانک لگائی کہ تم مردہ ہاتھی کا گوشت کھانے کی سوچ رہے ہو۔ میں تمھیں زندہ ہاتھی کا گوشت کھلاؤں گا۔ سارے گیدڑ خوش ہو گئے اور اسی کو اپنا لیڈر بنالیا۔

رات کا وقت تھا ہاتھی جنگل میں ٹہل رہا تھا۔ وہی گیدڑ اس کے قریب آیا اور بڑے ادب سے سلام کر کے بولا:

"حضور! ہم سب گیدڑوں نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کو اپنا بادشاہ بنالیں اور آپ کی حکومت میں امن چین کی زندگی بسر کریں۔ ہاتھی نے گیدڑ کی بات سنی اور خوش ہو کر بولا۔ ہاں ہاں مجھے منظور ہے۔ چلو سب گیدڑوں کی منظوری لے لیں۔

غرض ہاتھی گیدڑ کے ساتھ چل پڑا۔ گیدڑ اسے ایک ایسی جگہ لے گیا جہاں دلدل تھی۔ گیدڑ ہلکا پھلکا جانور چھلانگیں لگاتا ہوا دلدل پر چلنے لگا۔ ہاتھی بادشاہی کے نشے میں دلدل میں اترا اور دھنسنے لگا۔ آخر گھٹنوں تک دلدل میں دھنس گیا۔ اب نہ آگے چلنے کا یارا تھا نہ پیچھے ہٹنے کی طاقت، ہاتھی گیدڑ سے چنگھاڑ کر بولا۔ "اب کیا کروں؟"

گیدڑ نے کہا آپ بھاری بھرکم ہیں میں اکیلا تو آپ کو نہیں نکال سکتا۔ حکم ہو تو اپنی قوم کو بلالوں۔

ہاتھی مرتا کیا نہ کرتا، کہنے لگا "ہاں! جلد بلاؤ۔" گیدڑ نے آواز لگائی اور سیکڑوں گیدڑ آن جمع ہوئے اور لگے ہاتھی کا گوشت کاٹنے اور مزے لے لے کر کھانے۔ ہاتھی نے بہتیری سونڈ ہلائی، چنگھاڑا، مگر گیدڑوں نے وہیں کھڑے کھڑے ہاتھی کا گوشت چٹ کر لیا۔

سوال نمبر ۷: دیے گئے اشارات کی مدد سے کسی ایک موضوع پر ڈھائی سو سے تین سو الفاظ مشتمل ایک مضمون لکھیں: (10)

الف۔ عیادتِ مریض

جواب:

عیادتِ مریض

صحت اور بیماری ساتھ ساتھ ہیں، جہاں صحت میسر آتی ہے وہاں بیماری سے بھی واسطہ پڑتا ہے۔ مریض کی عیادت ضرور کیجیے۔ عیادت انسانی زندگی کی ایک ضرورت ہی نہیں بلکہ یہ ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان بھائی کا حق ہے اور اللہ سے محبت کا ایک لازمی تقاضا ہے۔ اللہ سے تعلق رکھنے والے اللہ کے بندوں سے بے تعلق نہیں ہو سکتے۔ مریض

[illegible]

بھلا میں تیری عیادت کیسے کرتا۔" اللہ کہے گا۔" میرا فلاں بندہ بیمار تھا پر تو نے اس کی عیادت نہ کی۔ اگر تو اس کی عیادت کو جاتا تو مجھ کو وہاں پاتا۔"

مریض کی عیادت، تندرستوں پر واجب ہے۔ جب آپ مریض کی عیادت کو جائیں تو مریض کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیجیے۔ تسلی آمیز کلمات سے اس کے دل کو خوش کیجیے۔ اس کی طبیعت کا حال پوچھیے اور تسلی کی باتیں کرتے ہوئے یہ بھی کہیے کہ خدا نے چاہا تو آپ جلد صحت یاب ہو جائیں گے۔ دوا پابندی اور اہتمام کے ساتھ لو۔ پرہیز کرو، جو غذا حکیم یا ڈاکٹر بتائے وہی ٹھیک ہے۔

مریض کے سرہانے زیادہ دیر تک نہ بیٹھیے اور نہ شور و غل کیجیے۔ ہاں اگر مریض آپ سے کچھ دیر بیٹھنے کا تقاضا کرے تو کچھ دیر ضرور بیٹھیے۔ مریض کے متعلقین سے بھی مریض کا حال پوچھیے اور ہمدردی کا اظہار کیجیے۔ آپ جو خدمت اور تعاون کر سکتے ہیں، ضرور کریں۔ ادویات اور دوسری ضروریات زندگی کے حصول میں اس کی مدد کیجیے۔ یہی چیز معاشرے کی جان ہے۔

مریض کے گھر عیادت کے لیے پہنچیں تو ادھر ادھر تاکتے نہ رہیں۔ آپ کے بیٹھنے سے گھر کی خواتین کو تکلیف نہ ہو کہ وہ بیماری پر دہ کرتی پھریں۔ بہر حال آپ کو چاہیے آپ بیمار کی عیادت ضرور کریں مگر اہل خانہ کو تکلیف نہ دیں۔ نہ اونچی آواز سے باتیں کریں۔ بیمار کے لیے اللہ تعالیٰ سے بھی دعا کریں۔ موسم کا میوہ بھی کبھی کبھی مریض کے لیے لے جایا کریں تا کہ وہ آپ کے خلوص کا معترف ہونے کے ساتھ آپ کے لیے دعا بھی کرے۔

جواب: ب۔

وقت کی پابندی

وقت دریا کا بہاؤ ہے کہ گزرا اور گزر تا ہی گیا۔ اسے واپس آنے کا راستہ ہی بھول جاتا ہے۔ وقت نہ کبھی واپس آیا نہ آئے گا۔ ہر شخص کو وقت کا ساتھ دینا پڑتا ہے۔ جو وقت کا ساتھ نہیں دیتا وہ پچھتاتا رہ جاتا ہے۔ کیونکہ مشہور ہے کہ: گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

ہمارے کام وقت کے محتاج ہیں۔ وقت پر کام نہ کریں تو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ مسافر صبح ہی صبح چل دیتے ہیں کہ مسافت طے کرنا ہے اور مقررہ وقت کسی مقام پر پہنچنا ہے۔ اگر مقررہ وقت پر نہ پہنچا تو کم نصیبی اور نامرادی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورج، چاند ستاروں، موسموں کو وقت کا پابند کیا ہے۔ سورج اپنے مقررہ وقت پر صبح ہی صبح نکلتا اور دنیا کو روشن کرتا ہوا اپنے سفر پر روانہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح چاند کے اوقات بھی معین ہیں۔ ہلال سا نکلتا ہے اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا ہوا ماہ کامل بن جاتا ہے۔ اور گزر جاتے ہیں۔ گرمی کے موسم کی فصلیں گرمی کی محتاج ہیں اور سردی کے موسم کی فصلیں کی حاجت مند۔ رات اور دن کسی بھی وقت کی پابندی کے ساتھ آتے جاتے ہیں۔

آپ کسی جگہ جانے کا ارادہ کرتے ہیں۔ سفر کے لیے گھوڑا گاڑی، ریل، ہوائی جہاز موجود ہیں۔ آپ نے ٹکٹ خرید لیا ہے، مگر جب تک آپ وقت کی پابندی کرتے ہوئے اڈے یا سٹیشن پر نہ پہنچیں آپ کہیں نہیں پہنچ سکتے۔ مقررہ وقت سے ایک منٹ کی دیر ہوئی اور ناکامی سے ہاتھ ملتے ہوئے رہ گئے۔

مسلمانوں کے لیے نماز اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ یہ بھی وقت کی پابندی کے ساتھ ادا کرنا پڑتی ہے۔ صبح کی نماز طلوع خورشید سے پہلے ادا کرنا ہوتی ہے۔ آفتاب نکل آیا تو صبح کی نماز کا وقت گزر گیا۔ اسی طرح باقی نمازیں بھی مقررہ وقت پر ادا کرنا پڑتی ہیں۔

آپ حج کے لیے جانا چاہتے ہیں۔ ہوائی جہاز اپنے مقررہ وقت پر سعودی عرب جائے گا۔ آپ نے پہنچنے میں دیر کر دی۔ ہوائی جہاز وقت کی پابندی کے ساتھ اڑا اور ذرا سی دیر میں یہ جا وہ جا نظروں سے غائب ہو گیا۔ اب آپ بیٹھے ہاتھ ملیں، پچھتائیں، وقت واپس نہیں آئے گا، نہ آپ کو اپنے ساتھ لے جائے گا۔ اس لیے وقت کی پابندی کرنا ہم سب پر لازم ہے۔ پابندی کرنے پر کامیابی ہوتی ہے اور پابندی نہ کرنے سے ناکامی اور بیماری ملتی ہے۔

صبح ہوئی بچے سکول جانے کے لیے تیار ہوئے، مگر راستے میں کھیلنے کودنے دیر کر دی۔ سکول پہنچے تو سکول لگ چکا تھا، حاضری ہو چکی تھی۔ ان کی غیر حاضری لگ چکی

اہم سوالات (گرائمر) (Reduced Syllabus)

۱۔ "ہلکان ہونا" اور "کانوں کان خبر نہ ہونا" کو اس طرح جملوں میں استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔

جواب: ہلکان ہونا: بچہ رو رو کر ہلکان ہو گیا ہے۔ کانوں کان خبر نہ ہونا: کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی اور علی نے عالی شان مکان بنوالیا۔

۲۔ استعارہ کی تعریف کریں اور مثال دیں۔

جواب: اِستعارہ: استعارہ کے لفظی معنی ادھار لینے کے ہیں۔ علم بیان کی اصطلاح میں جب ہم کسی چیز کے معنی مستعار لے کر دوسری چیز کے لیے استعمال کرتے ہیں تو اسے استعارہ کہتے ہیں۔

یا

کسی لفظ کو مجازی معنوں میں اس طرح استعمال کرنا کہ اس کے حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق ہو، استعارہ کہلاتا ہے۔

جیسے: ماں نے کہا "میرا چاند سکول سے آگیا ہے۔" میں چاند خوبصورتی کا استعارہ ہے۔

۳۔ قافیہ اور ردیف میں مثالوں سے فرق واضح کریں۔

جواب: قافیہ: کسی شعر میں آنے والے ہم وزن اور ہم آواز الفاظ قافیہ کہلاتے ہیں۔ قافیہ ردیف سے پہلے آتا ہے جبکہ ردیف کسی شعر میں قافیے کے بعد آنے والے ایک جیسے الفاظ یا لفظ کو کہتے ہیں۔ ردیف ہر شعر کے آخر میں بار بار دہرایا جاتا ہے۔ مثلاً: مصیبت بھی راحت فزا ہو گئی ہے تری آرزو رہنما ہو گئی ہے

میں "راحت فزا" اور "رہنما" قافیے ہیں جبکہ "ہو گئی ہے" ردیف کہلائے گی۔

۴۔ درج ذیل شعر میں ردیف اور قوافی کی نشان دہی کیجیے۔ آدمی، آدمی سے ملتا ہے دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

جواب: ردیف: سے ملتا ہے قوافی: آدمی۔ کسی

۵۔ استعارہ کی تعریف کیجیے اور ایک مثال سے وضاحت کیجیے۔

جواب: استعارہ: اصطلاح میں کسی چیز کے معنی مستعار / ادھار لے کر کسی دوسری چیز کے لیے استعمال کرنا بشرطیکہ دونوں میں تشبیہ کا تعلق ہو استعارہ کہلاتا ہے۔

مثلاً: "پلکوں سے گر نہ جائیں یہ موتی سنبھال تو" اس مصرے میں آنسوؤں کے لیے استعارہ آیا ہے۔

۶۔ مجاز مرسل کی تعریف کریں اور ایک مثال سے وضاحت کیجیے۔

جواب: اگر کسی لفظ کو حقیقی کے بجائے مجازی (غیر حقیقی) معنوں میں استعمال کیا جائے اور دونوں میں تشبیہ کے علاوہ کوئی اور تعلق ہو تو وہ مجاز مرسل کہلاتا ہے۔

۷۔ درج ذیل جملے کی ترکیب نحوی کیجیے اور بتایئے یہ کس قسم کا جملہ ہے؟ رافعہ اور مومنہ کتابیں خریدنے گئیں۔

جواب: ترکیب نحوی: رافعہ اور مومنہ ____ فاعل

کتابیں ____ مفعول، جملہ فعلیہ خبریہ۔

نظم:

نظم کے لغوی معنی تنظیم اور ترتیب کے ہیں۔ عام مفہوم کے مطابق تو ہر کلامِ منظوم، نظم ہے لیکن اصطلاحِ سخن میں نظم ایسی مسلسل اور مربوط صنف ہے جس کا ایک مرکزی خیال ہوتا ہے۔ شاعر اسی مرکزی خیال کو ذہن میں رکھ کر داخلی اور خارجی تاثرات قلم بند کرتا ہے۔ نظم کے لیے ہیئت اور موضوع کی کوئی پابندی نہیں۔ پوری نظم ایک وزن میں ہوتی ہے اور اس میں قوافی کا ایک معین نظام ہوتا ہے۔ اردو شاعری کو محمد حسین آزاد، مولانا حالی، اقبال، جوش ملیح آبادی، حفیظ جالندھری، ظفر علی خان، احسان دانش اور فیض احمد فیض نے نظم کی دولت سے مالا مال کیا ہے۔

غزل:

غزل عربی لفظ ہے لیکن یہ صنفِ سخن ایرانیوں کی ایجاد ہے۔ غزل کے لغوی معنی عورتوں سے یا عورتوں کے بارے میں باتیں کرنا کے ہیں۔ ہرن جب خوف زدہ ہو کر دردناک چیخ مارتا ہے تو اسے بھی غزل کہتے ہیں۔ اگرچہ غزل بھی نظم ہوتی ہے لیکن اصطلاح میں غزل شاعری کی وہ قدیم قسم ہے جس میں حسن و عشق کی مختلف کیفیات کا ذکر درد و سوز سے کیا جاتا ہے۔ یہ داخلی کیفیات کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ اب غزل کے موضوعات میں اتنی وسعت آ چکی ہے کہ مضامین کے اعتبار سے یہ انسانی زندگی کے جملہ پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔

غزل کا ہر شعر ایک اکائی ہوتا ہے اور پوری غزل ایک بحر میں ہوتی ہے۔ اس کے مطلع کے دونوں مصرعے ہم ردیف و ہم قافیہ جب کہ دیگر اشعار کا ہر دوسرا مصرع ہم ردیف ہوتا ہے۔ میر تقی میر، اسد اللہ خاں غالب، داغ دہلوی اور فیض احمد فیض کے علاوہ بھی بہت سے نمایاں غزل گو شعرا ہیں۔

نظم اور غزل میں فرق:

غزل بنیادی طور پر تو نظم ہی ہے البتہ معروف معنوں میں نظم کے اشعار مرکزی خیال کے مطابق ایک ترتیب میں ہوتے ہیں جب کہ غزل کا ہر شعر الگ اکائی ہوتا ہے۔ غزل کے ہر شعر کا الگ مفہوم ہو سکتا ہے، جو سوز و گداز غزل کا لازمہ ہے وہ نظم کا نہیں ہے اور جو شکوہِ لفظی نظم میں ممکن ہے وہ غزل میں نہیں۔

کہانی نویسی (Reduced Syllabus)

قوم کی خاطر ایثار

ایک تھا جنگل جس کے ایک حصے میں ریچھ رہا کرتے تھے اور دوسرے حصے میں بندر۔ ایک دن ریچھوں کے جی میں آئی کہ کیوں نہ سارے جنگل پر قبضہ کر لیں۔ چنانچہ انھوں نے بندروں پر حملہ کیا۔ انھیں مار مار کر بھگا دیا اور سارے جنگل پر قبضہ کر لیا۔ بندروں سے ان کا وطن چھنا، جنگل کے پھٹے چھٹے اور وہ حیران و پریشان آوارہ گردی کرنے لگے۔ یہ حال دیکھ کر ایک بندر کا بہت دل کڑھا۔ اس نے سب کو جمع کیا اور کہا "میری بات مانو، مجھے زخمی کر دو، جگہ جگہ سے کھال نوچ ڈالو اور جہاں سے ہمیں نکالا گیا ہے،

ریچھوں نے ایک زخمی بندر کو دیکھا اور پوچھا: "تم یہاں کیسے آئے۔ تمہیں معلوم نہ تھا کہ ہم اس جنگل کے واحد مالک ہیں؟" زخمی بندر نے آہیں بھرتے ہوئے جواب دیا: "میں نے اپنے ساتھیوں کو تمہارا غلام بن کر رہنے کو کہا تو انہوں نے میرا یہ حال کر دیا۔ اب وہ ایک ایسے جنگل میں چلے گئے، جہاں ہر طرف ہری بھری گھاس کا فرش بچھا ہوا، چشمے ٹھنڈا پانی اگل رہے ہیں۔ پھل دار درختوں کے بے شمار جنگل ہیں، جنگل کیا ہے بہشت کا قطعہ ہے۔"

ریچھ حریص تو ہوتے ہی ہیں۔ انہوں نے کہا: "تم ہمیں وہاں لے چلو، ہم تمہارا انتقام بھی لیں گے اور اس جنگل میں چین کی بانسری بجائیں گے، تمہارے زخموں کا علاج بھی کریں گے۔"

بندر مان گیا۔ انہوں نے ایک ریچھ پر بندر کو لاد لیا اور سارے ریچھ بندر کی راہنمائی میں چل پڑے۔ رات بھر چلتے رہے، ایک جگہ معمولی کیچڑ تھا اور اس سے آگے گہری دلدل۔ اس دلدل سے آگے وہ جنگل ہے جسے جنت نظیر کہا جاتا ہے تم بے خطر بڑھو اور میرے پیچھے چلے آؤ۔

ریچھ آگے بڑھتے گئے اور دلدل میں دھنستے گئے۔ حتیٰ کہ آخری ریچھ تک دلدل کی پیٹ میں اتر گیا۔ اگلی صبح کو سارا جنگل سنسان تھا کسی ریچھ کا نام نہ تھا، بندر خوشی مناتے ہوئے واپس آئے اور سارے جنگل کے مالک بن گئے۔ ایک بندر کا یہ ایثار ساری قوم کا اقبال بن گیا۔

جھوٹ کی سزا

ایک نوجوان گڈریا دریا کے کنارے اپنی بھیڑیں چرایا کرتا تھا۔ اسے عادت تھی کہ کبھی کبھی بستی میں آکر چلاتا: "شیر آیا شیر آیا۔ دوڑو!" ارد گرد کے کھیتوں میں کام کرنے والے سنتے تو لاٹھیاں، کلہاڑیاں لے کر دوڑ پڑتے مگر جب گڈریے کے پاس پہنچتے تو وہاں کوئی شیر، بھیڑیا نہ پا کر گڈریے سے پوچھتے: "میاں کہاں ہے شیر؟"

گڈریا ہنس دیتا اور کہتا میں نے تو صرف دل لگی کی تھی، شیر کے لیے تو میں خود ہی کافی ہوں۔ شیر آئے تو جان سلامت نہ لے جائے گا۔ چند بار تو لوگ گڈریے کی پکار سن کر پہنچ جاتے رہے، مگر گڈریے کی روز کی پکار سے تنگ آگئے۔ اب اس کی پکار کو سب جھوٹ سمجھتے اور کوئی ادھر توجہ نہ دیتا۔

خدا کا کرنا کیا ہوا کہ ایک دن سچ مچ کہیں سے شیر آگیا۔ بھیڑوں کا گلہ دیکھا تو خوش ہو گیا۔ بڑھ کر ایک بھیڑ کے پنجہ مارا۔ بھیڑ کی گردن ٹوٹ گئی اور مر کر ڈھیر ہو گئی۔ گڈریے نے شور مچایا، مگر کوئی اس کی مدد کو نہ آیا۔

گڈریا لاٹھی لہراتا ہوا آگے بڑھا تو شیر نے ایک ہی جست میں اس کی گردن بھی مروڑ دی۔ بھیڑیں بھاگ رہی تھیں۔ اور شیر ان کا شکار کر رہا تھا۔ آخر سارے کا سارا گلہ شیر کا شکار بن گیا۔

سورج غروب ہو گیا۔ ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ نہ گڈریا آیا نہ بھیڑوں کا گلہ، گڈریے کے رشتے داروں نے رات بہت بے چینی سے گزاری۔ صبح ہوتے ہی ڈھونڈنے کو نکل کھڑے ہوئے۔ چراگاہ میں پہنچے تو مردہ بھیڑوں اور مرے ہوئے گڈریے کے سوا وہاں کچھ نہ تھا۔

گڈریے کو جھوٹ کی سزا مل چکی تھی اور بھیڑیں مفت میں جان گنوا چکی تھیں۔

عقلمند بیوی

دوپہر اور چلچلاتی دھوپ، گرمی شباب پر تھی۔ ایک بڑھیا لاٹھی کے سہارے چلتی ہوئی آئی اور ایک بزاز کی دکان پر بیٹھ گئی۔ دکاندار نے ہانپتی ہوئی بڑھیا کو پانی پلایا اور گاہکوں کو کپڑا دکھانے میں مصروف ہو گیا۔

بڑھیا بیٹھی رہی اور گاہکوں کی گفتگو سنتی رہی۔ گاہک چلے گئے تو بزاز نے اپنے نوعمر ملازم سے کہا یہ لو یہ رقم گھر میں دے دینا اور کہنا کہ فلاں صندوق میں کپڑے کا ایک

ملازم نے برقع لیا اور دکان سے نیچے اترا۔ بڑھیا بھی اٹھی اور چل دی۔ اب ملازم آگے آگے اور بڑھیا پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ جونہی دکان سے ذرا دور ہوئی، اس نے ملازم کو آواز دے کر ٹھہرایا اور باتوں باتوں میں بزاز کا گھر دریافت کر لیا۔

اچانک بڑھیا کو کچھ یاد آیا۔ ملازم سے بولی: "میرے اچھے بیٹے! میں تمہاری دکان پر اپنی نقدی کی پوٹلی بھول آئی ہوں۔ ذرا دوڑ کر جاؤ اور لے آؤ۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی اور لے جائے۔ یہ برقع مجھے دو اور جلدی آنا۔ میں یہیں کھڑی انتظار کرتی ہوں۔"

ملازم بڑھیا کی باتوں میں ایسا آیا کہ اس نے برقع بڑھیا کو دیا اور دکان کی طرف چل دیا۔ بڑھیا نے موقع کو غنیمت سمجھا اور جلدی جلدی قدم اٹھاتے ہوئے بزاز کے گھر آ پہنچی۔ دروازہ کھٹکھٹایا، بزاز کی بیوی نے دروازہ کھولا اور پوچھا: "بڑی بی! کیا بات ہے؟"

بڑھیا نے کہا: "یہ لو برقع! تمہارے خاوند نے بھیجا ہے اور کہا ہے کہ جلدی سے فلاں صندوق میں سے ایک تھان نکال کر دے دو۔ گاہک دکان پر بیٹھا انتظار کر رہا ہے۔"

بزاز کی بیوی نے برقع لے لیا اور کہا: تو جانے کون ہے؟ میں تجھے تھان نہیں دوں گی۔

بڑھیا نے بہتیرا کہا۔ میں دکان سے آ رہی ہوں۔ ملازم مصروف تھا، اس لئے مجھے ہی آنا پڑا، مگر بزاز کی عورت ٹس سے مس نہ ہوئی۔ آخر بڑھیا نے کہا: تھان نہیں دیتی ہو تو برقع ہی دے دو۔ میں دکان پر دے دوں گی۔

بزاز کی بیوی نے کہا: "برقع میرے خاوند نے بھیجا ہے، میں نے لے لیا ہے۔ اب میں تجھے نہ برقع دے سکتی ہوں نہ تھان۔"

بڑھیا نے سوچا کہ یہ فریب میں نہیں آئے گی۔ ملازم پہنچ گیا تو پولیس کے حوالے ہونا پڑے گا۔ چپکے سے بھاگی اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اس روز سارے شہر میں ڈونڈی پٹ گئی کہ ایک ٹھگنی شہر میں گھسی ہوئی ہے۔

اتفاق میں برکت

صمد ایک غریب کسان تھا۔ اس کے پاس صرف دو بیل تھے، ان ہی کو ہل میں جوتتا اور کنویں میں جوڑتا تھا۔ کام کرتے تھک جاتا تو بیلوں کو تھان پر باندھ کر لمبی تان کر سو جاتا۔ نہ وقت پر پانی پلاتا، نہ پیٹ بھر کر چارا کھلاتا۔ دونوں
بیل دن بدن لاغر ہوتے جا رہے تھے۔ مگر صمد کو پروا نہ تھی۔

ایک رات بیلوں نے سوچا کہ یہاں رہے تو سوکھ سوکھ کر مر جائیں گے۔ بہتر ہے کہ صمد کو چھوڑیں اور جنگل سے رشتہ جوڑیں۔ چنانچہ انہوں نے دانتوں سے اپنے رسے کاٹے اور چپ چاپ جنگل کی راہ لی۔

جنگل کی آزاد فضا اور گھاس کی کثرت دیکھ کر خوش ہو گئے۔ خوب پیٹ بھر کر کھایا اور پاؤں پھیلا کر سو رہے۔ اسی طرح دو ایک مہینے گزر گئے اور دونوں بیل دو سانڈ بن گئے۔ ان کے لئے ہر دن عید اور ہر رات شب برات تھی۔

ایک دن ایک بھولا بھٹکا شیر ادھر نکل آیا۔ دو موٹے تازے بیل دیکھے، خوش ہو گیا اور لگا دہاڑنے۔ بیل بھی شیر کو دیکھ کر ڈکارے اور اپنے سینگ لہراتے ہوئے مقابلے کو تیار ہو گئے۔ شیر جست لگاتا تو دونوں بیل اسے سینگوں پر لیتے، بہت دیر تک لڑائی ہوتی رہی۔ آخر شیر کا سارا جسم زخمی ہو گیا اور بال بال سے خون رسنے لگا۔ اس نے مقابلہ چھوڑا اور چپ چاپ ایک طرف کو کھسک گیا۔ بیلوں نے اللہ کا شکر ادا کیا، گھاس سے پیٹ بھرا اور ایک درخت کے سائے میں لیٹ کر سو گئے۔

اگلے دن آنکھ کھلی تو بدن کو جھڑ جھڑا کر اٹھے۔ اپنے سینگوں کی تعریف کی کہ اللہ نے کیسا اچھا ہتھیار دیا ہے کہ شیر کو اپنی شیری ہی بھول گئی۔ اب کہیں بڑا سک

ہرنی کی دُعا

شام قریب تھی، سبکتگین اپنے فرائض سے فارغ ہوا، گھوڑے کو لگام دی اور اچک کر سوار ہو گیا۔ شہر سے نکلا، جنگل کی ٹھنڈی ہوا لگی، دماغ تازہ ہوا، گھوڑے کو ایڑی لگائی اور جنگل میں داخل ہوا۔ ہر طرف گھوڑا دوڑایا، مگر کوئی شکار نظر نہ آیا۔ مغرب کی طرف دیکھا تو سورج کو غروب ہوتے پایا۔ فوراً شہر کی طرف باگ موڑی اور آہستہ آہستہ جنگل کو طے کرنے لگا۔

ناگہاں سبکتگین کی نظر ایک ہرنی پر پڑی جو اپنے چھوٹے سے بچے کو چلا رہی تھی۔ شکاری، جب شکار دیکھ لیتا ہے۔ تو صبر اس سے رخصت ہو جاتا ہے۔

سبکتگین نے گھوڑے کو اشارہ کیا۔ وہ سدھایا ہوا جانور، اپنے مالک کے اشارے پر اچھلا اور ہرنی کی طرف چل پڑا۔ ہرنی نے شکاری کو دیکھا تو بچے کو ساتھ لے کر بھاگی۔ خود تو بھاگ گئی مگر وہ بچہ وہیں رہ گیا۔ یہ ابھی چند دن کا تھا، اس کی ٹانگیں کمزور تھیں۔

سبکتگین نے سوچا۔ خالی ہاتھ جانے سے بہتر ہے کہ اس بچے کو پکڑ لیا جائے۔ چنانچہ وہ گھوڑے سے نیچے اترا بچے کو پکڑا، اس کی ٹانگیں باندھیں اور گھوڑے پر رکھ کر سوار ہو گیا۔

گھوڑا شہر کے قریب آن پہنچا۔ سبکتگین کو ایک سوگوار سی آواز سنائی دی۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا، ہرنی اپنے بچے کے لیے اس کے پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔

ماں کی یہ محبت دیکھ کر سبکتگین کا دل پسیجا۔ شاید اسے اپنی ماں سے بچھڑنے کا وقت یاد آ گیا۔ اس نے گھوڑا روکا، ہرنی کے بچے کی ٹانگیں کھولیں اور اسے زمین پر ڈال دیا۔ بچہ دوڑا اور اپنی ماں سے جا ملا۔ ماں اسے چاٹ رہی تھی، پیار کر رہی تھی اور کبھی کبھی سبکتگین کی طرف دیکھ کر آسمان کی طرف منہ اٹھاتی جیسے دعا مانگ رہی ہو۔

سبکتگین نے کچھ دیر یہ نظارا دیکھا۔ پھر اندھیرے کو ہر طرف سے بڑھتے پایا۔ سورج کب کا غائب ہو چکا تھا۔ اس نے گھوڑے کی باگ اٹھائی اور جلد ہی شہر میں داخل ہو گیا اور اپنے گھر پہنچ گیا۔

رات نے پر پھیلا دیے۔ سارا شہر اندھیرے میں ڈوب گیا۔ دن بھر کا تھکا ہارا سبکتگین بھی اپنے بستر پر نیند کے مزے لے رہا تھا کہ ایک بزرگ آئے سبکتگین کو دیکھا، السلام علیکم کہا اور بتایا کہ سبکتگین ہرنی کی دعا قبول ہو گئی، اب تو اور تیری اولاد ایک مدت تک غزنی پر حکومت کرے گی۔

بزرگ یہ خوش خبری سنا کر چلا گیا تو سبکتگین کی آنکھ کھل گئی۔ خواب کے واقعے پر غور کیا۔ مگر کچھ سمجھ نہ آیا۔ وہ اس خواب کو بھول جانا چاہتا تھا، مگر بھول نہ سکا۔ آخر وہ دن آگیا کہ سبکتگین حاکم غزنی فوت ہوا اور سبکتگین سر پر تاج رکھ کر غزنی کا بادشاہ بن گیا۔

انصاف

سلطان مراد ترکستان کا بادشاہ اور اسلامی دنیا کا حکمران تھا۔ عیسائیوں کی بڑی بڑی حکومتیں اس کے نام سے لرزہ براندام تھیں۔ یوں تو ہر مسلمان حکمران کو عمارتیں بنوانے کا شوق رہا ہے، مگر سلطان مراد مسجدوں کی تعمیر میں خاص دلچسپی لیتا تھا۔

ایک دفعہ اس نے اپنے دل میں ایک مسجد کا نقشہ بنایا۔ یہ مسجد اس کے تخیل کا حسین مرقع تھی۔ اس زمانے میں ایک انجینئر کی بڑی شہرت تھی۔ بادشاہ نے اس بلایا، اپنا نقشہ اسے دکھایا اور مسجد کی تعمیر پر لگا دیا۔

وقت گزرتا رہا۔ دن ہفتوں میں ہفتے مہینوں میں اور مہینے سال بنتے گئے۔ مسجد بنتی رہی اور بنتی گئی۔ لاکھوں اشرفیاں خرچ ہو گئیں۔ آخر مسجد مکمل ہو گئی۔ فی الواقع ایک شاندار عبادت گاہ تھی۔

انجینئر نے بڑے دعوے کے ساتھ بادشاہ کے حضور حاضری دی اور عرض کی کہ حضور! مسجد تیار ہے ملاحظہ فرمایئے۔

بادشاہ اگلی صبح کو مسجد دیکھنے کے لئے گیا۔ مسجد کو ہر طرف سے دیکھا۔ اوپر سے، نیچے سے، شمال سے، جنوب سے، مگر اتفاق دیکھیے کہ اچھی عمارت اپنے بنانے لے بادشاہ کی نظر استحسان کی منتظر ہے، مگر بادشاہ ہے کہ اسے یہ عمارت مطلق پسند نہیں آئی۔ وہ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا ہے۔ آخر جب نہ سنبھل سکا تو حکم دیا کہ انجینئر کا ایک ہاتھ کاٹ دیا جائے۔

حکم کی دیر تھی۔ جلاد نے حکم پایا تو ہاتھ کاٹ دیا۔

انجینئر کو یہ سزا بلاوجہ ملی تھی۔ اسے اور تو کچھ نہ سوجھا۔ وہ سیدھا قاضی کی عدالت میں جا پہنچا اور دعویٰ دائر کر دیا۔

قاضی نے بادشاہ کے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ بادشاہ حاضر ہوا تو عدالت میں انجینئر کو کھڑا پایا۔ جس کے ہاتھ سے خون کے سرخ سرخ قطرے گر رہے تھے۔

بادشاہ یہ دیکھ کر گھبرا گیا۔ قاضی نے بادشاہ کے بیانات لیے اور حکم دیا کہ بادشاہ کا ہاتھ کاٹ دیا جائے، اس کے ہاتھ سے بھی خون گرنا چاہیے تاکہ آئندہ غلط فیصلہ نہ کرے۔

بادشاہ نے قاضی کا فیصلہ سنا تو اپنے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ انجینئر نے دیکھا تو اس کی چیخیں نکل گئیں اور بولا میں نے انصاف پا لیا۔ میں بادشاہ کو اپنا خون معاف کرتا ہوں اور کسی دباؤ کے بغیر بخشتا ہوں۔

یہ سن کر بادشاہ کی جان میں جان آئی۔ اس نے انجینئر کو بہت سا مال و زر دے کر رخصت کیا اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس کے قاضی اسلامی احکام کے اعلان میں اس قدر دلیر ہیں کہ بادشاہ کو بھی مجرم قرار دے دیتے ہیں۔

مضمون نگاری (Reduced Syllabus)

ایک دلچسپ سفر

i۔ گھر سے سٹیشن پر پہنچنا ii۔ پلیٹ فارم پر ہجوم iii۔ گاڑیوں کا آنا اور جانا
iv۔ دورانِ سفر گپ شپ v۔ منزلِ مقصود پر پہنچ کر تھکاوٹ کا دور ہونا

مجھے اسلام آباد جانا تھا۔ گھر سے چلا سٹیشن پر پہنچا، ٹکٹ خریدا اور گاڑی کے انتظار میں پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگا۔ ٹہلتا جاتا تھا اور سوچتا جاتا تھا کہ جس کام کے لئے جا رہا ہوں، اسے کس طرح نپٹانا ہے اور ریل کے آنے پر کیا کرنا ہے۔ میری طرح اور مسافر بھی خراماں خراماں پلیٹ فارم کا طول و عرض ناپ رہے تھے۔ جوں جوں گاڑی کے آنے کا وقت ہو رہا تھا پلیٹ فارم پر ہجوم بڑھ رہا تھا۔ اس میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی، بچے بھی تھے اور بوڑھے بھی، معلوم ہوتا تھا پلیٹ فارم جاگ اٹھا ہے۔

گاڑی آئی، مسافر اترے بھی اور چڑھے بھی۔ میں ایک تیسرے درجے کے ڈبے میں سوار ہو گیا، گاڑی چل دی۔ مسافر آہستہ آہستہ ایک دوسرے سے شناسا ہونے لگے۔ بے تکلفی سی پیدا ہونے لگی۔ راستے کی طوالت نے کئی طرح کی گفتگو پیدا کی۔

آخر ایک بوڑھا بولا۔ یہ میری آپ بیتی ہے، سنیے:

میرا گھر سٹیشن اور شہر سے بہت دور ایک گاؤں میں ہے۔ بچپن ہی میں ماں باپ مر گئے۔ تھوڑی سی زمین تھی، اس کی کاشت کے بدلے ایک کسان نے میری کفالت کا ذمہ لیا۔

وقت گزرتا گیا، میں کھیلتا کودتا جوانی کے شیش محل میں داخل ہوا۔ ایک ہمسائے کی لڑکی جوان اور نیک تھی اس سے شادی ہو گئی۔ میں نے ایک نوکر رکھ لیا۔ اس میں حقہ پینے کے سوا کوئی اور بری عادت نہ تھی۔

گیہوں پک گئے، ہم دونوں نے کاٹے اور کھلیان میں ڈھیر لگا دیا۔ میری بیوی شام کے وقت روٹی لائی اور ہم دونوں کھا کر وہیں سو رہے۔

ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ شام سے ذرا پہلے میرا ایک رشتہ دار آن پہنچا اور مجھے اپنے ساتھ دور اپنے گاؤں میں لے چلا۔ میں نے نوکر سے کہا: بیوی کھانا لائے گی تو اُسے نہ بتانا اور کھانا کھا لینا۔

غرض میں رشتہ دار کے ساتھ چلا گیا، نوکر نے آگ جلائی ہو گی اور ایک آدھ چنگاری گندم میں اڑ کر جا پڑی ہو گی۔ وہ حقے کے نشے میں مست ہو گا کہ آگ بڑھی اور گندم جلنے لگی نوکر آگ بجھانے کے لیے دوڑا مگر آپ بھی گندم کے ساتھ جل کر راکھ ہو گیا۔ صبح ہوئی اور آگ کا چرچا ہوا تو بیوی آئی اور یہ سمجھ کر کہ میں جل گیا ہوں، روتی پیٹتی گھر چلی گئی۔

ایک ہفتہ گزر گیا۔ میں شام کے وقت گھر پہنچا، بیوی نے مجھے دیکھا تو چیخیں مارتی ہوئی بھاگی اور ادھر ادھر سے لوگ لاٹھیاں کلہاڑیاں لے کر نکل آئے۔ کیونکہ وہ مجھے بھوت سمجھتے تھے۔

میں بھاگا اور قبرستان میں جا کر چھپ گیا۔ اتفاق سے ایک جنازہ آیا۔ جب لوگوں نے مجھے دیکھا تو جنازہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ کھجوریں وغیرہ جو ساتھ لائے تھے وہیں رہ گئیں۔ میں نے مردے کو دفن کیا اور کھجوریں کھا کر شکر ادا کیا۔

دو دن کے بعد پھر بھوک نے تنگ کیا تو قبرستان سے نکلا اور خربوزوں کے ایک کھیت میں گھس کر خربوزے کھانے لگا۔ کھیت والے نے مجھے دیکھا تو شور مچاتا دوڑا۔ لٹھ بند لوگ گاؤں سے نکلے۔ میں بھاگا اور بھاگتا اور اسی گاؤں میں جا پہنچا۔ وہاں رشتہ داروں کو ساری واردات سنائی۔ انھیں ساتھ لیا اور اپنے گاؤں آیا۔ ان لوگوں نے میری بیوی اور گاؤں کے لوگوں کو بتایا کہ کھلیان میں جلنے والا نوکر تھا اور میں رشتے داروں کے ہاں گیا ہوا تھا۔ میں زندہ سلامت ہوں۔ کل مر کر بھوت نہیں بنا۔

آخر گاؤں کے لوگ بھی سمجھ گئے اور میری بیوی کو بھی یقین آ گیا۔ تب جا کے میری جان بچی۔ لو میرا اسٹیشن آ گیا۔ اس نے خدا حافظ کہا اور گاڑی سے اتر گیا۔

ماں باپ کے ساتھ سلوک

i۔ قرآن مجید میں والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم
ii۔ ماں کے قدموں تلے جنت
iii۔ والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا
iv۔ والدین سے نیک سلوک کرنا
v۔ والدین کے آرام کا خیال کرنا

ماں باپ جنھوں نے ہمیں جنا اور پالا، ہماری تربیت کی، ہمیں پڑھایا، انسانیت سکھائی، دنیا میں رہنے کے آداب سکھائے اور زندگی کے اتار چڑھاؤ بتائے۔ اللہ تعالیٰ کا

حضرت نبی اکرم ﷺ سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے پوچھا کہ کون سا عمل خدا کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ نماز جو وقت پر پڑھی جائے۔ انہوں نے پھر پوچھا۔ اس کے بعد کون سا کام خدا کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟
تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک۔"

ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ماں باپ ہی تمہاری جنت ہیں اور ماں باپ ہی دوزخ۔" ایک موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا: "جو آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کی عمر دراز ہو اور اس کی روزی میں کشادگی ہو، اس کو چاہیے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرے۔"

ایک دفعہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کے پاس آ کر اپنے باپ کی شکایت کی کہ "وہ جب چاہتے ہیں میرا مال لے لیتے ہیں۔"

حضرت نبی ﷺ نے اس کے باپ کو بلوایا تو ایک بوڑھا کمزور شخص لاٹھی ٹیکتا ہوا حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا تو اس نے کہنا شروع کیا: "اللہ کے رسول ﷺ! ایک زمانہ تھا جب یہ کمزور اور بے بس تھا اور مجھ میں طاقت تھی۔ میں مال دار تھا اور یہ خالی ہاتھ تھا۔ میں نے کبھی اس کو اپنی چیز لینے سے منع نہیں کیا تھا۔ آج میں کمزور ہوں اور یہ تندرست و توانا ہے۔ میں خالی ہاتھ ہوں اور یہ مال دار ہے اور اپنا مال مجھ سے بچا بچا کر رکھتا ہے۔"

بوڑھے کی باتیں سن کر حضور ﷺ رو پڑے اور اس آدمی سے مخاطب ہو کر فرمایا:
"تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ: "اگر ماں باپ بوڑھے ہو جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو۔"

ظاہر ہے کہ اولاد پر ماں باپ کے حقوق ایسے ہیں کہ ان کا ادا کرنا ہی اولاد کے لئے مناسب ہے تاکہ جہاں وہ اپنے ماں باپ کی اطاعت، فرماں برداری اور خدمت گزاری میں منفرد اور مثالی بنتا ہے۔ اس کی اولاد بھی اس سے ویسا ہی نیک سلوک کرے اور اس کا بڑھاپا بھی اپنے ماں باپ کی طرح اچھا گزرے۔

چاندنی رات

i۔ چاندنی رات کی دلکشی۔ چاندی کا سفید لباس
ii۔ شہر کے لوگوں کو چاندنی کے حسن کا کم احساس ہونا
iii۔ دیہاتی لوگوں کا چاندنی رات سے لطف اندوز ہونا
iv۔ ہر طرف سیلاب نور کا سماں
v۔ میدانوں پر سفید شیشہ کا بچھ جانا

رات سکون بخش ہے اور اپنے اسی سکون کے باعث محبوب ہے۔ لیکن رات اور پھر چاندنی رات دلکشی کی تصویر، نقش و نگار کی حسین تحریر ہے۔ آؤ ذرا چاند رات کی سیر کریں۔ رات نے پر پھیلائے، سیاہ پردے تانے، ہر طرف گھپ اندھیرا، ہیبت ناک اندھیرا کہ خوف کا پھیرا، مشرق میں چاند نے منہ دکھایا۔ چاندی کا سفید لباس پہنا، اندھیرے نے منہ پر سفید پوڈر مل لیا، سفید ہو گیا، سفید چادر بچھنے لگی اور بچھتی چلی گئی۔ جنگل پر، صحرا پر، میدان پر، پہاڑ پر قلعی کا کوٹ پھر گیا۔ ہر طرف نور کے مقدس پانی میں دھلی، سفید ہوئی، تاریکی کونوں کھدروں میں جا دبکی۔

چاند اور پھر چودھویں کا چاند، نور کا منبع، روشنی کا جھاڑ بلند ہوا اور ہوتا گیا۔ نور کی چادر پھیلاتا اور بچھاتا گیا۔ پہاڑوں پر قلعی پھر گئی درختوں اور میدانوں پر سفید شیشہ بچھ گیا۔ درختوں کی شاخوں اور پتوں سے چھن چھن کر آنے والی چاندنی نے کیا بہار دکھا رکھی ہے۔ چھنی ہوئی چاندنی، واہ سبحان اللہ نور کی بارش "نور کی بارش" نور کا ترشح، نور

ہرے ہرے کھیتوں پر چاندنی کی بہار اور ہی مزہ دیتی ہے۔ زمرد پر چاندنی کا جھول چڑھا ہوا ہے۔ ملمع سازی ہو رہی ہے، پگھلی ہوئی چاندنی کے فوارے چل رہے ہیں۔ آسمان سے سیلابی نہریں رواں ہیں اور ہر طرف سیلاب نور کا سماں دکھا رہی ہیں۔ وہ دیکھو! پہاڑ، پہاڑیاں، نور میں نہا رہی ہیں۔ سروں پر نور ہے، پہلوؤں میں نور ہے۔ دامن میں نور ہے، سایہ تک نور میں ڈھلا جا رہا ہے۔

اوڑھ کر اپنے تن نازک پہ چادر چاندنی　　　اوج گردوں سے اتر آئی زمیں پر چاندنی

دریا اپنی روانی بھول گئے۔ چاندنی کی بہار پر نگاہیں لگی ہوئی ہیں لہریں اچھل اچھل کر چاندنی کو دیکھنے کے لیے اپنی بے تابی کا اظہار کر رہی ہیں۔ مچھلیاں بھی تڑپ تڑپ کر اچھل رہی ہیں۔ یہ بہار، یہ چاندنی کا نکھار دیکھتی ہیں اور اپنی قسمت پر ناز کرتی ہیں۔

پرندے اپنے گھونسلوں میں بیٹھے چاندنی کا لطف اٹھا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی حمد کے خاموشی کے پردے میں گیت گا رہے ہیں۔ انسان اگرچہ دن بھر کے تھکے ہوئے ہیں، مگر چاند کی چاندنی پر نثار ہو رہے ہیں۔ کبھی چاند پر نگاہ پڑتی ہے، کبھی چاندنی پر، دونوں کا لطف ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے۔ اس لطف سے صحیح طور پر لطف اندوز ہونے والے دیہاتی ہیں جنھیں چاندنی رات دن کا مزہ دے جاتی ہے۔

شہر کے لوگوں کو چاندنی کے حسن اور بہاروں کا بہت کم احساس ہوتا ہے۔ انھیں کبھی چاندنی رات کو دیکھنے کا موقع میسر نہیں آتا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ شہر میں چاندنی رات کبھی آتی ہی نہیں۔ بجلی کے قمقموں کی روشنی ان کے لیے چاندنی رات ہے۔ بجلی بند ہو جائے تو یہاں چاندنی رات بھی عمارتوں کے سائے میں دب جاتی ہے۔

میرے دوست

i۔ دوستی۔ قربانی اور ایثار کا جذبہ　ii۔ دوستوں کی قسمیں　iii۔ دوستی کا امتحان
iv۔ دوست شناسی　v۔ دوستی کا درجہ

دنیا میں دشمن بھی ہوتے ہیں اور دوست بھی، پہلی جنس ارزاں ہے اور دوسری گراں اور کمیاب، دنیا کے عام قاعدے کے مطابق میرے بھی دوست ہیں، مگر ہر دوست کا مرتبہ الگ ہے۔ ہر ایک کا درجہ دوستی کے لحاظ سے مختلف ہے۔ اسی لیے تو کہا جاتا ہے کہ دوست بناتے ہو تو دوست شناسی بھی سیکھو۔

مگر اس تھوڑی سی زندگی میں اتنا وقت کسے میسر ہے کہ ہر دوست کا امتحان لے سکے اور اس کی دوستی کا وزن معلوم کر سکے۔ میرے ایک دوست بظاہر بڑے پیارے اور میٹھی قسم کے ہیں۔ مگر جب کبھی کوئی کام ان سے متعلق آن پڑتا ہے تو عموماً ناکامی ہی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ اس پر بھی غصہ نہیں آتا بلکہ جذبہ رحم ابھر آتا ہے۔

حضرت شیخ سعدیؒ نے دوستوں کی اقسام بیان کی ہیں اور میں نے بھی سچ اور صحیح سمجھ لیا ہے کہ انہوں نے اپنے وسیع تجربے اور شہر و بیاباں کی سیاحت کے بعد دوستوں کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔

شیخ موصوف کہتے ہیں کہ ایک دوست وہ ہیں کہ دیکھ لیتے ہیں تو قربان ہو جاتے ہیں اور اس دل سوزی سے خیر خبر پوچھتے ہیں کہ اپنے آپ پر رحم آنے لگتا ہے۔ کام کاج کی حالت بھی پوچھتے ہیں اور کاروبار کے بہتر ہو جانے کے بارے میں تسلی آمیز گفتگو بھی فرماتے ہیں ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ کاش میں اس قابل ہوتا کہ آپ کی کوئی مدد کر سکتا۔ ایسی ہی ادھر ادھر کی چند باتیں کیں اور چلتے بنے۔ ایسے دوستوں کو انہوں نے "زبانی دوست" کا خطاب دیا ہے۔

پھر کچھ دوست ایسے بھی ہیں جو مرا و ظاہر دار بیگ کے خاندان سے ہیں۔ ایسے وقت میں ملاقات کے لیے آتے ہیں کہ کھانے کا وقت قریب تر ہوتا ہے اور بامر مجبوری انہیں کھانے میں شریک کرنا پڑتا ہے یا کھانے کی دعوت دینا پڑتی ہے جو وہ فوراً منظور فرما لیتے ہیں اور کبھی انکار نہیں کرتے۔ یہ صاحب خود کبھی کھانے کی دعوت نہیں دیتے۔ باتیں بہت لچھے دار کرتے ہیں اور دوستی کے حقوق گنتے نہیں تھکتے۔ ان سے دوستی نباہنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ان کی باتیں شیریں مادر سمجھ کر پیتے جاؤ اور انہیں کھانا کھلاتے جاؤ۔ کبھی اس سے کھلانے کی توقع نہ رکھو۔ یہ دوست "کھانے پینے کے دوست" ہیں۔

دوستوں کی تیسری قسم وہ ہے جن کے دل میں قربانی کا جذبہ اور ایثار کا ولولہ ہوتا ہے۔ یہ بے تکلف دوست ہوتے ہیں اور ہر قسم کے دکھ درد میں شریک رہتے ہیں۔ ان کی باتیں سچی اور بے لاگ ہوتی ہیں۔ خوشامد سے دور رہتے ہیں اور دوست کو فائدہ پہنچانے کی سبیل سوچتے رہتے ہیں اور جب اسے کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو ان کی مسرت کی انتہا نہیں رہتی۔ حضرت شیخ نے ایسے دوستوں کو "سچے دوست" یا "جانی دوست" قرار دیا ہے۔

اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ جانی دوست سے زبانی ہمدردی کر کے گلو خلاصی کرا لو اور روٹی کے دوست کو روٹی کھلاؤ اور گھر سے نکال دو، لیکن یار جانی کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دو بلکہ اگر ایسے دوست پر جان بھی قربان کرنا پڑے تو دریغ نہ کرو۔